طالب علم کا زیور

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ
(سابق ممبر کبار علماء بورڈ و رکن دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

طالب علم کا زیور

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ

(سابق ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

صوبائی جمعیت أہل حدیث ممبئی

نام کتاب	:	طالب علم کا زیور
تالیف	:	فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ
ترجمہ	:	ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
سنہ اشاعت	:	رمضان ۱۴۴۰ھ بمطابق مئی ۲۰۱۹ء
طباعت	:	A1 گرافکس اسٹوڈیو
تعداد	:	ہزار
ایڈیشن	:	اول
صفحات	:	۱۱۲
ناشر	:	شعبہ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

■ دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی - ۷۰ ٹیلیفون: 022-26520077

ویب سائٹ: www.ahlehadeesmumbai.org

■ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: فون: 225071 / 226526

■ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ اسکول، مہاڈ ناکہ کھیڈ، ضلع رتنا گری-415709. فون نمبر: 02356-264455

فہرست موضوعات

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله النبي الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

علم شریعت کے حصول میں لگے ہوئے طلبہ سب سے عظیم خیر اور مبارک عمل میں مشغول ہوتے ہیں، ان کے لئے بزبان رسالت مآب ﷺ مرحبا و آفریں کے ساتھ دنیا و آخرت میں خوشحالی وشادانی کی دعائیں ہیں:

''مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ''(صحیح مسلم:۲۶۹۹)۔

''نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي، فَوَعَاهَا، ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ''(مسند احمد: ۱۶۷۵۴)۔

یعنی علوم نبوت کے طالب علم کے لئے سدا شاد و آباد رہنے کے ساتھ جنت کا راستہ آسان ہونے کی بشارت ہے، اللھم اجعلنا منھم۔

میراث نبوت کو جمع کرنے اور سمیٹنے کا عمل وہ کار عظیم ہے جس کے لئے طہارت قلب و نیت کے ساتھ آداب واخلاق عالیہ کی ضرورت ہے تاکہ طالب علم ہر طرح کے ریاو نمود، خود نمائی، تفوق، کبر و تعلی، بغض و حسد، اور طلب منصب و مال کی آفتوں سے خود کو محفوظ کر کے علم وحی اور اس کی منفعت و برکت سے مشرف ہو جائے۔

''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا''(ابن ماجہ، حدیث:۹۲۵، دیکھئے: الروض النضیر (۱۱۹۹)۔

وَ''اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ''(صحیح مسلم ۴/۲۰۸۸، حدیث:۲۰۸۸)۔

علماء امت نے سلف سے خلف تک اس اہم باب میں دلائل کے ساتھ مطول ومختصر کتابوں کا ایک بڑا قیمتی ذخیرہ چھوڑا ہے، تاکہ طلبہ کا مقدس گروہ آداب وزیور علم سے آراستہ رہے، اور اس کے نواقض سے خود کو بچائے رکھے۔

عصر حاضر کے عظیم عالم ومربی علامہ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ (سابق ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے فتویٰ) نے بھی اس موضوع پر ایک مختصر جامع اور مشہور عالم کتابچہ "حلیۃ طالب العلم" یعنی "طالب علم کا زیور" باہتمام خاص تیار کیا ہے، تاکہ طالبان علوم نبوت کو شریعت مطہرہ کے عمدہ آداب واخلاق فاضلہ سے آگاہی وترغیب ہو، فجزاہ اللہ خیراً۔

اس قیمتی سرمایہ کو اردو داں طلبہ کے لئے اردو زبان میں پہلی بار منتقل کرنے کا مبارک قدم فاضل جماعت فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ حفیظ اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے اٹھایا ہے اور اسے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبہ نشر واشاعت سے شائع کیا جارہا ہے۔ عرصہ سے اس کی ضرورت اہل علم واصلاح محسوس کر رہے تھے۔ شیخ عنایت اللہ مدنی زبان وقلم پر اچھی دسترس رکھتے ہیں، اس کی شہادت علماء سے حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ "طالب علم کا زیور" کو امت کے ہر چھوٹے بڑے جویانِ علم کے لئے فیضیابی اور کامیابی کا زیور بنائے، اس میں بتائے ہوئے آدابِ طالب علمی اور ہدی واخلاق سے انہیں شرفیاب کرے، ساتھ ہی مولف ومترجم اور جملہ احباب جمعیت ومعاونین کی کوششوں میں برکت دے اور قبول فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم۔

خادم جمعیت وجماعت

عبد السلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

(یکم مئی/ ۲۰۱۹ء - ۲۵ رشعبان ۱۴۴۰ھ)

عرض مترجم

کتاب وسنت کے نصوص میں جا بجا طلب علم کی ترغیب دی گئی ہے، طالبان علم کی فضیلت ومنقبت بیان کی گئی ہے، طلبہ و معلمین کو دنیا وآخرت میں عظیم ثمرات سے بہرہ ور کئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے، نصوص میں ذکر کردہ اس علم سے مراد دین وشریعت کا علم ہے' یہی وہ علم ہے جسے نفلی عبادت پر فضیلت وبرتری حاصل ہے، بنابریں دینی علوم کا حصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قربت کا عظیم الشان ذریعہ ہے' البتہ اس علم کو کما حقہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ علم اور طلب علم ان فضائل ومناقب کا مصداق اور دنیا وآخرت میں نفع بخش اور بارآور تبھی ہوسکتا ہے جب اسے اس کے مطلوبہ آداب وشرائط اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کیا جائے' یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت میں طلب علم کے ساتھ ان آداب وشرائط کی طرف خصوصی اشارہ کیا گیا ہے اور اساسی آداب وشرائط کے فقدان پر سخت وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں طلب علم کے آداب بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ جَهَنَّمَ'' [ابن ماجہ: ۲۶۰، دیکھئے: صحیح الجامع (۶۱۵۸، ۵۹۳۰، ۶۳۸۲)]۔

جو اس لئے علم حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے، نادانوں سے بحث وتکرار اور جھگڑا کرے، اور اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی جانب پھیرے' تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

اسی طرح حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الْعِلْمُ عِلْمَانِ: فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلَى ابْنِ آدَمَ'' [سنن الدارمی، ۱/ ۳۷۴، حدیث: ۳۷۶، قال المحقق: حسن موقوفاً]۔

علم دو طرح کا ہوتا ہے: ایک علم دل میں ہوتا ہے' وہی نفع بخش علم ہے، اور ایک زبان پر ہوتا ہے' جو آدمی کے خلاف اللہ کی حجت ہے۔

نیز سیر وتراجم کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین کے یہاں طلب علم کے آداب کا خصوصی اہتمام پایا جاتا تھا، امام ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''طلب علم میں سب سے پہلے خالص نیت ہونی چاہیے، پھر بغور سماعت، پھر فہم، پھر اس پر عمل، پھر اس کا حفظ، اور پھر اس کی نشر واشاعت''۔

نیز فرماتے ہیں: میں نے علم بیس سال حاصل کیا، جبکہ ادب تیس سال حاصل کیا، اور سلف صالحین علم سے پہلے ادب حاصل کیا کرتے تھے۔ [دیکھئے: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، از محمد الجزری: ۱/۴۴۶، والدیباج المذہب فی معرفۃ أعیان علماء المذہب، از ابن فرحون یعمری، ۱/۴۰۸]۔

زیر نظر رسالہ ''طالب علم کا زیور'' بھی عالم اسلام کے معروف و یگانہ محقق علامہ بکر ابو زید رحمہ اللہ کے اس موضوع پر نہایت جامع رسالہ ''حلیۃ طالب علم'' کا ترجمہ ہے، جسے میں نے خود اپنی ذات اور پھر جویانِ علم کے افادہ کی غرض سے اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ ہم طلبۂ علم کے یہاں بالعموم ان آداب کی بابت افسوسناک حد تک کوتاہی پائی جاتی ہے، إلا من رحم اللہ۔

رسالہ کی اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علمی حلقوں میں نہایت مقبول ہے، حتیٰ کہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس کی شرح فرمائی ہے جو مطبوع ومتداول ہے۔

اس رسالہ کی اشاعت پر میں سب سے پہلے اللہ ذو الکرم کی توفیق ارزانی پر اس کا بے انتہا شکر گزار ہوں، فلہ الحمد أولاً وآخراً، بعدہ امیر محترم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کا سپاس گزار ہوں جو منہج ومسلک سلف کے مشن میں ہمیشہ رواں دواں رہتے ہیں، اس رسالہ کی طباعت واشاعت اور جمعیت کی دیگر سرگرمیاں اللہ کے فضل کے بعد انہی کی مرہون منت ہیں، فجزاہ اللہ خیراً۔

ساتھ ہی اپنے والدین، اساتذۂ کرام، اہل خانہ اور تمام معاونین کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو طلبۂ علم کے لئے بالخصوص مفید بنائے اور تمام لوگوں کو اس سے حسب امکان فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے، آمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ممبئی: ۷/مئی ۲۰۱۹ء

أخوكم في الله
ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(شعبہ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

علامہ بکر ابو زید رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی ①

(۱۳۶۵ھ - ۱۴۲۹ھ)

نام و نسب: آپ ڈاکٹر علامہ بکر بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن بکر بن عثمان بن یحییٰ بن غیھب بن محمد قضاعی ہیں، یہ قبیلہ بنو زید قضاعیہ کے نام سے وشم، منطقہ ریاض سعودی عرب میں آباد ہے۔ آپ کی کنیت اپنے بڑے بیٹے عبد اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابو عبد اللہ ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۶۵ھ میں حاضرۃ الوشم، نجد میں ہوئی، اور آپ نے صلاح وتقویٰ اور ثروت سے معروف گھرانے میں پرورش پائی۔

آپ شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے، اللہ نے آپ کو پانچ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازتھا۔

پرورش اور طلب علم: شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن وشم میں حاصل کی، پھر ۱۳۷۵ھ میں ریاض منتقل ہوئے اور کلیۃ الشریعہ تک کی پوری تعلیم کلیۃ الشریعہ ریاض میں حاصل کی اور اول پوزیشن سے کامیاب ہوئے، جو آپ کی ذہانت وفطانت کی واضح دلیل ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نظامی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاض، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مشائخ کے علمی حلقات اور دروس میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے وہاں کے علماء ومشائخ سے کسب فیض کیا، اور پھر اخیر میں مدینہ طیبہ میں علامہ مفسر محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ کے پاس دس سال تک علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ حج ۱۳۹۳ھ میں ان کی وفات ہوگئی، رحمہ اللہ۔

---

① ماخوذ از کتاب: جھود الشیخ العلامۃ بکر بن عبد اللہ أبو زید فی الدعوۃ إلی اللہ - دراسۃ تحلیلیۃ وصفیۃ - از: عمر بن عامر بن عمر الخرمانی، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ، سنہ ۱۴۳۱ھ) [مترجم]۔

آپ نے ۱۴۰۰ھ میں المعہد العالی للقضاء سے شہادہ عالمیہ (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی، اس میں آپ کے رسالہ کا عنوان ''الحدود والتعزیرات عند الامام ابن القیم الجوزیۃ'' تھا، اور پھر ۱۴۰۳ھ میں شہادۃ عالمیہ عالیہ (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کی، اس میں آپ کے رسالہ کا عنوان ''احکام الجنایۃ علی النفس وما دونہا عند ابن القیم الجوزیۃ'' تھا، اور آپ کے رسالہ کے مناقشین میں بقیۃ السلف علامہ شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ بھی تھے۔

علمی ودعوتی اسفار: شیخ بکر رحمہ اللہ نے طلب علم کے لئے داخل ملک مکہ، مدینہ، ریاض کے سفر کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک کا بھی سفر کیا۔ جن میں مصر، اردن، کویت، برونائی، امارات، بحرین، قطر، عمان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اساتذہ: آپ کے نمایاں اساتذہ میں شیخ قاضی صالح بن مطلق رحمہ اللہ، سماحہ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ اور سماحۃ العلامہ المفسر محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے قیام مدینہ کے دوران محدث المدینہ شیخ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ سے اور ان کے مکتبہ سے بھی کافی استفادہ کیا، شیخ حماد رحمہ اللہ شیخ بکر رحمہ اللہ اور ان کے علمی شوق اور جدو جہد کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور انہیں اپنا خاص شاگرد کہتے تھے۔

شاگردان: آپ کے شاگردان کی تعداد وسیع ہے، کیونکہ آپ نے مسجد نبوی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، المعہد العالی للقضاء میں بھی پڑھایا، اور اسی طرح کلیۃ الشریعۃ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں بھی آپ مدرس رہے، ان تمام جگہوں پر طلبہ کی بڑی تعداد نے آپ سے علم حاصل کیا، یہ تمام آپ کے شاگردان ہیں۔

دروس، فتاوی اور قضاء: آپ نے مسجد نبوی میں دل سالوں تک حدیث اور فرائض وغیرہ کی کتابیں پڑھائیں، اسی طرح المعہد العالی اور جامعۃ الامام میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

سنہ ۱۴۱۲ھ میں شیخ کی بابت شاہی فرمان جاری ہوا اور آپ کو دائمی کمیٹی برائے افتاء اور کبار علماء بورڈ کا ممبر متعین کیا گیا۔

چنانچہ اس وقت سے لے کر وفات تک آپ نے کمیٹی اور بورڈ کے ممبران کے ساتھ رہ کر ٹھوس علمی فتاوے صادر فرمائے، یہ فتاوے عقیدہ وعبادات، معاملات، نکاح وطلاق، دعوت و جہاد، ادعیہ واذکار، اخلاق وعادات، حکم وسیاست اور دیگر تمام موضوعات کو شامل ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

منصب قضاء و فیصلہ: سنہ ۱۳۸۸ھ میں جب شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ کلیۃ الشریعۃ سے فارغ ہوئے تو آپ کو مدینہ طیبہ کے محکمہ عامہ کا قاضی متعین کیا گیا، اور آپ سنہ ۱۴۰۰ھ تک اس عظیم اور باوقار منصب پر فائز رہے، یہاں تک کہ آپ کو وزارۃ العدل ریاض کا وکیل متعین کیا گیا، آپ نے ان تمام مناصب کو کماحقہ پوری امانت کے ساتھ نبھایا۔

علمی مقام و مرتبہ: اللہ عزوجل نے شیخ رحمہ اللہ کو علمی طور پر بڑا بلند مقام عطا فرمایا تھا، اس کی دلیل آپ کے وہ علمی مناصب ہیں جن پر آپ فائز ہوئے، چنانچہ:

- ۱۳۸۴ھ میں آپ مدینہ طیبہ منتقل ہوئے اور جامعہ اسلامیہ کے مکتبہ عامہ کے امین عام کی حیثیت سے خدمات انجام دیا۔
- ۱۳۸۸ھ میں کلیۃ الشریعہ سے فارغ ہوتے ہی شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو مدینۃ الرسول ﷺ کے محکمہ کا قاضی متعین کیا گیا، اور بارہ سالوں تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔
- ۱۳۹۰ھ میں مسجد نبوی شریف کا مدرس متعین کیا گیا، اور ۱۴۰۰ھ تک آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔
- ۱۳۹۱ھ میں شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو مسجد نبوی کا امام وخطیب متعین کیا گیا، جس پر آپ ۱۳۹۶ھ کے آغاز تک فائز رہے۔
- ۱۴۰۰ھ میں مجلس الوزراء کے فیصلہ سے آپ کو وزارۃ العدل ریاض کا وکیل عام متعین کیا گیا،

جس پر آپ ۱۴۱۲ھ تک فائز رہے، اور پھر شاہی فرمان سے آپ کو مزید امتیازی مراتب پر فائز کیا گیا، چنانچہ دائمی کمیٹی برائے فتویٰ اور کبار علماء بورڈ کا ممبر نامزد کیا گیا۔

- ۱۴۰۵ھ میں آپ کو شاہی فرمان کے ذریعہ عالمی اسلامی فقہ کونسل میں مملکت سعودی عرب کا نمائندہ متعین کیا گیا، اور پھر آپ کو اس کا صدر بھی منتخب کیا گیا۔
- ۱۴۰۶ھ میں فقہی کونسل رابطہ عالم اسلامی کا ممبر متعین کیا گیا۔

شیخ کی امتیازی خصوصیات:

شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ تین خصوصیات کے سبب اپنے دور کے علماء اور ہمجولیوں سے ممتاز تھے:

① علمی تحقیقات، دقیق بحوث اور ریسرچ پر آپ رحمہ اللہ کی نادر و یگانہ قدرت وصلاحیت اور اس کے تئیں آپ کی ذاتی دلچسپی، کہ اس سے کوئی علمی ڈگری یا منصب و وظیفہ کی ترقی مقصود نہ تھی۔ اور آپ کی یہ صلاحیت کسی ایک علم یا فن تک محدود نہ تھی، بلکہ مختلف علوم وفنون کو شامل تھی، جس پر آپ کی نایاب تحقیقی کتابیں، مدلل ریسرچ اور مخالفین منہج سلف پر مسکت ردود شاہد عدل ہیں۔

② زبان و بیان پر بے مثال قدرت، چنانچہ آپ کی کتابیں زبان و بیان کی بلاغت وفصاحت، حسن تعبیر، الفاظ کے حسن انتخاب، ادبی تاثیر اور غیر ضروری تطویل اور غیر مخل اختصار کی خصوصیات سے آراستہ ہیں۔ اور آپ کی اس خوبی کے آپ کے ہمجولیوں کے علاوہ کبار علماء مثلاً علامہ ابن باز اور علامہ ابن عثیمین رحمہما اللہ بھی معترف تھے۔

③ شیخ رحمہ اللہ کا تیسرا امتیاز بلکہ منقبت یہ ہے کہ جب آپ کی زیر نظر کتاب "حلیۃ طالب العلم" منظر عام پر آئی تو علمی حلقوں میں اس کی بڑی پذیرائی ہوئی یہاں تک علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی جیسی بلند پایہ علمی شخصیت نے اس کی شرح فرمائی، جبکہ عام طور پر ایک بڑے عالم کا اپنے سے کم عمر عالم کی کتاب کی شرح کرنا خلاف معمول ہے!!

بہر حال جہاں یہ چیز شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ کی منقبت ہے وہیں اس میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی

بھی فضیلت و منقبت ہے' بایں طور کہ یہ آپ کے تواضع و انکساری، سلامت صدر اور مسلمانوں کے لئے جذبہ نصح وخیر خواہی کی واضح دلیل ہے۔ فجزاہما اللہ خیراً۔

تالیفات وتحقیقات:

شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ کی تالیفات، تحقیقات اور آپ کی سرپرستی میں ہونے والے علمی کاموں کی تعداد پچاسی سے متجاوز ہے، ان میں سے چند اہم تالیفات حسب ذیل ہیں:

- المدخل المفصل إلی مذہب الامام أحمد بن حنبل۔ (دو جلدیں)
- فقہ النوازل (تین جلدیں، جو حسب ذیل پندرہ جدید فقہی مسائل پر مشتمل ہے):

التقنین والالزام، المواضعة فی الاصطلاح، أجہزة الانعاش وعلامة الوفاة، طفل الأنابیب، خطاب الضمان البنکی، الحساب الفلکی، البوصلة، التامین، التشریح وزراعة الأعضاء، تغریب الألقاب العلمیة، بطاقة الائتمان، بطاقة التخفیض، الیوبیل، المثامنة فی العقار، التمثیل۔

- الأجزاء الحدیثیة: (پانچ رسائل): مرویات دعاء ختم القرآن الکریم، نصوص الحوالة، زیارة النساء للقبور، مسح الوجہ بالیدین بعد رفعہما بالدعاء، ضعف حدیث العجن۔
- الردود: (پانچ رسائل): الرد علی المخالف، تحریف النصوص، براءة أہل السنة من الوقیعة فی علماء الأمة، عقیدة ابن أبی زید القیروانی وعبث بعض المعاصرین بہا، التحذیر من مختصرات الصابونی فی التفسیر۔
- النظائر: (چار رسائل): العزاب من العلماء وغیرہم، التحول المذہبی، التراجم الذاتیة، لطائف الکلم فی العلم

● التقریب لعلوم ابن القیم ● الحدود والتعزیرات ● أحکام الجنایة علی النفس وما دونہا ● الرقابة علی التراث ● معجم المناہی اللفظیة ● حکم الانتماء إلی الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامیة ● لاجدید فی أحکام الصلاة ● تصنیف الناس بین الظن والیقین ● التعالم ● حلیة طالب العلم (زیر نظر رسالہ اسی کا اردو ترجمہ ہے) ● آداب طالب الحدیث من الجامع للخطیب ● تقریب آداب

البحث والمناظرۃ • تسمیۃ المولود • آداب الهاتف • الفرق بین حد الثوب والأزرۃ • أذکار طرفی النہار • حراسۃ الفضیلۃ • معرفۃ النسخ والصحف الحدیثۃ • التأصیل لأصول التخریج وقواعد الجرح والتعدیل (ایک جلد) • التحدیث بما لا یصح فیہ حدیث • طبقات النسابین • ابن القیم حیاتہ، آثارہ، موارده • بدع القراء • خصائص جزیرۃ العرب • دعاء القنوت • علماء الحنابلۃ من الامام أحمد إلی وفیات القرن الخامس عشر الہجری (ایک جلد) • نظریۃ الخلط بین الاسلام وغیرہ من الأدیان • جبل إلال بعرفات، تحقیقات تاریخیۃ وشرعیۃ • مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی العین • قبۃ الصخرۃ، تحقیقات فی تاریخ عمارتہا وترمیمہا۔ وغیرہ

جبکہ شیخ رحمہ اللہ کی تحقیقات، علمی بحوث کے اشراف اور آپ کی سرپرستی میں ہونے والے علمی کاموں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

وفات: آپ نے طویل علالت کے بعد بروز منگل بوقت صلاۃ عصر ۲۷/ محرم ۱۴۲۹ھ کو ریاض میں وفات پائی، وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ رحمہ اللہ وأسکنہ الفردوس الأعلی۔

آپ کی نماز جنازہ صلاۃ عشا کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے گھر سے قریب آپ کی اپنی قائم کردہ مسجد واقع حی العقیق، ریاض میں ادا کی گئی۔ آپ کا جنازہ مشہود تھا، جنازہ میں تقریباً بیس ہزار لوگوں نے شرکت کی، جب کہ وقت کی قلت کے سبب جنازہ میں شریک نہ ہو پانے والوں کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔

جنازہ میں سعودی عرب کے مفتی عام سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ حفظہ اللہ اور اصحاب السمو امراء و وزراء سمیت بڑی تعداد میں علماء، فضلاء، طلبہ، آپ کے محبین اور عامۃ المسلمین شریک تھے، مسجد اور قبرستان کے آس پاس کی سڑکیں شرکاء جنازہ سے تنگ ہوگئی تھیں۔

جبکہ کئی اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی، جیسے: مصر، سوریا، یمن، ہندوستان اور امریکا وغیرہ میں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مولف

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله و صحبه.

حمد وصلاۃ کے بعد:

میں ”حلیۃ طالب العلم“ (**طالب علم کا زیور**) نامی یہ مبارک رسالہ ۱۴۰۸ھ میں اس وقت حوالۂ قلم کر رہا ہوں جب مسلمان الحمدللہ بڑی علمی بیداری کی زندگی جی رہے ہیں جسے دیکھ کر چہروں پر خوشی ومسرت کی کرنیں جگمگا رہی ہیں، اور یہ بیداری مزید ترقی وپختگی کی منزلیں طے کرتے ہوئے نوجوانانِ امت کے دلوں میں امت کی مجد وشرافت اور اس کی تجدید زندگی کے لہو کو زندہ وتابندہ کر رہی ہے؛ کیونکہ ہم یکے بعد دیگرے نوجوانوں کی ٹیموں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ علم سے گراں بار کسی نہ کسی طرح علمی حلقوں سے وابستہ ہیں، اس کے سرچشمہ سے نوش کر رہے ہیں اور سیراب ہو رہے ہیں، ان میں علم کی تڑپ، لگن، جامعیت، حیرت انگیز معلومات اور دقیق مسائل کی غوطہ خوری ہے جس سے مسلمان نصرت ومدد محسوس کرتے ہوئے حد درجہ شاداں وفرحاں ہیں، پاک ہے اللہ کی ذات جو دلوں کو موت وزندگی کرتی ہے۔

لیکن تمام تر مراحل میں اس مبارک تخم کی آبیاری، نگرانی اور اہتمام ضروری ہے؛ تاکہ طلب علم اور عمل کی راہوں میں فکری، عقدی، عملی وسلوکی، گروہی اور فرقہ وارانہ موجوں اور طوفانی تھپیڑوں میں ٹھیس لگنے، پھسلنے اور بھٹکنے سے تحفظ کی ضمانتوں کا سامان ہو سکے۔

میں نے ”تعالم“ (اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا، اور بزعم خویش علم والا بننا، علمی دعویداری) کے سلسلہ میں ایک رسالہ ان کے ہاتھوں تک پہنچایا ہے جو اُن کے درمیان باہر کے

گھس پیٹھیوں کو بے نقاب کرے گا، اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ انہیں تباہ نہ کردیں، ان کا معاملہ ضائع نہ کردیں، اور انہیں طلب علم سے بہکا نہ دیں اور پھر انہیں اس طرح خاموشی سے گمراہ کردیں کہ انہیں شعور بھی نہ ہو۔

اور آج آپ کا بھائی آپ کا بازو مضبوط کررہا ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ رہا ہے، لہٰذا اپنے ہاتھ میں ایک ایسا رسالہ لیں جس میں آپ کے زیور کا ''نمایاں وصف اور خوبی''① ہے، تو آیئے میں نوک قلم کو قرطاس پر رکھتا ہوں، جو کچھ میں لکھوں اسے پڑھتے جائیں، اللہ آپ کے ذریعہ آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے②:

شریعت اسلامیہ میں اس بات پر متواتر دلائل موجود ہیں کہ اچھے آداب، عمدہ اخلاق، بہتر اور نیک طور طریقہ سے آراستہ ہونا اہل اسلام کی علامت ہے، اور علم- جو شریعت مطہرہ کے تاج کا انمول گوہر ہے- تک وہی پہنچ سکتا ہے جو اس کے آداب سے آراستہ اور اس کی آفتوں سے محفوظ ہو، اسی لئے اہل علم نے بحث وتنبیہ کے ذریعہ اس کا خاص اہتمام کیا ہے، تمام علوم کے لئے عمومی طور پر یا خصوصی طور پر، اس سلسلہ میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں؛ جیسے ''آداب حملۃ القرآن الکریم'' و ''آداب المحدث'' و ''آداب المفتی'' و ''آداب القاضی'' و ''آداب المحتسب'' اور اس طرح کی دیگر کتابیں...

---

① الصفۃ الکاشفۃ (نمایاں خوبی): یہ کتاب ''لسان العرب'' کے مواد کی کتابوں کی ایک اصطلاح ہے۔ اس کی ایک مثال ''قاموس'' میں مادۃ ''ظلبا'' کی ہے؛ علامہ زبیدی ''تاج العروس'' (۱/ ۳۳۲) میں فرماتے ہیں: ''ظلبا: دراصل (لنگڑے) لکڑ بگھے کو کہتے ہیں، یہ اس کی نمایاں صفت ہے۔

یہ اس قسم کا وصف ہے جس کا مقصد غیر معلوم موصوف کو نمایاں کرنا ہوتا ہے؛ تاکہ وہ نمایاں طور پر تمام اجناس سے ممتاز ہوجائے۔ ''الکلیات'' میں حرف صاد ملاحظہ فرمائیں (۳/ ۹۲)۔

② میں نے اپنی کتاب ''معجم المناہی اللفظیۃ'' کے حرف الف کے تحت وضاحت کی ہے کہ اس عبارت ''أنعم اللہ بک عینا'' (اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے) کے استعمال سے منع کرنا درست نہیں۔

لیکن یہاں اس رسالہ کا موضوع علم شریعت کی راہ چلنے والوں کے لئے عام آداب کا بیان ہے۔

سابق علمائے کرام علمی حلقات میں طلبہ کو حصول علم کے آداب کی تلقین وتعلیم کیا کرتے تھے،اور اس سلسلہ میں مجھے آخری خبر مسجد نبوی شریف کے بعض علمی حلقات کے سلسلہ میں ملی ہے؛کہ مسجد نبوی کے بعض مدرسین اپنے طلبہ کو علامہ زرنوجی رحمہ اللہ (وفات: ۵۹۳ھ) کی کتاب ''تعلیم المتعلم طریق التعلم'' پڑھاتے تھے[1]۔

امید کہ اہل علم ٹھوس راستے کی رہنمائی کرنے والی اس مضبوط رسی کو جوڑے رکھیں گے اوراس طرح اس مادہ (فن) کی تدریس کو مساجد کے دروس کے آغاز اور درس نظامی کے نصاب میں شامل کیا جائے گا،اسی طرح یہ بھی امید کرتا ہوں کہ یہ تحریر اس مادہ کے احیاء کے سلسلہ میں تنبیہ اور یاددہانی کا نیک آغاز اور بہتر پیش رفت ثابت ہوگی؛ جو طالب علم کو بناتا سنوارتا ہے،نیز طلب علم کے آداب،اسی طرح اپنی ذات،اپنے استاذ،اپنے درس،اپنے ہم سبق،اپنی کتاب،اپنے علم کے ثمرہ (عمل) اور اسی طرح زندگی کے دیگر مراحل کے آداب کے سلسلہ میں روشن شاہراہ پر قائم اور گامزن رکھتا ہے۔

لہٰذا یہ حلیہ (زیور) آپ کی خدمت میں حاضر ہے جو آداب کے ایک مجموعہ پر مشتمل ہے، جن کے نواقض (توڑنے والی چیزیں) چند آفتیں ہیں،اگر ان میں سے ایک ادب فوت ہوگا؛ تو کوتاہی کرنے والا ان میں سے ایک آفت سے دوچار ہوگا،اسی طرح اس میں کمی وبیشی ہوگی،اور جس طرح ان آداب کے درجات سنت سے واجب کی طرف بڑھتے ہیں اسی طرح اس کے نواقض کی بھی کھائیاں ہیں جو کراہت سے حرمت کی گہرائی میں اترتی ہیں۔

---

[1] یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے،البتہ معلوم ہونا چاہئے کہ اپنی افادیت کے باوجود اس کتاب میں بعض چیزیں قابل تنبیہ ہیں،واللہ أعلم۔

اور ان میں کچھ آداب ایسے ہیں جو تمام مکلفین کو شامل ہیں، اور کچھ طالب علم کے ساتھ خاص ہیں، اور کچھ شریعت میں بدیہی طور پر معلوم ہیں، اور کچھ طبعی وفطری طور پر معلوم ہیں، جس پر شریعت کا عموم دلالت کرتا ہے، جیسے شریعت اسلامیہ کا عمدہ آداب اور اخلاق کریمانہ کی رغبت دلانا۔ اور میرا مقصد تمام باتوں کا احاطہ نہیں ہے، بلکہ اس رسالہ کا اسلوب و انداز اہم باتوں کی رہنمائی پر ترکیز کرتے ہوئے؛ مثالیں بیان کرنے کا ہے، لہذا جب یہ باتیں کسی صالح اور مناسب نفس کے موافق ٹھہریں گی تو وہ اس تھوڑے کو لے کر زیادہ کرلے گی، اور اس مجمل کی تفصیل کرلے گی، اور جو ان آداب کو اپنائے گا خود بھی نفع اٹھائے گا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے گا، اور یہ تمام آداب ان لوگوں کے آداب سے ماخوذ ہیں جن کے علم میں اللہ نے برکت عطا فرمائی اور وہ ایسے ائمہ بن گئے جن سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے ساتھ اپنی جنت میں اکٹھا فرمائے، آمین[1]۔

بکر بن عبداللہ ابو زید

۵/۸/۱۴۰۸ھ

---

[1] ان میں سے چند کتابیں حسب ذیل ہیں: "الجامع" از امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ، و"الفقیہ والمتفقہ" انہی کی، و"تعلیم المتعلم طریق التعلم" از علامہ زرنوجی، و"آداب الطلب" از امام شوکانی، و"اخلاق العلماء" از امام آجری، و"آداب المتعلمین" از امام سحنون، و"الرسالۃ المفصلۃ لأحکام المتعلمین" از امام قابسی، و"تذکرۃ السامع والمتکلم" از امام ابن جماعۃ، و"الحث علی طلب العلم" از امام علامہ عسکری، و"فضل علم السلف علی الخلف" از امام ابن رجب، و"جامع بیان العلم" از امام ابن عبد البر، و"العلم؛ فضلہ وطلبہ" از علامہ امین الحاج، و"فضل العلم" از علامہ محمد رسلان، و"مفتاح دار السعادۃ" از امام ابن القیم، و"شرح الاحیاء" از امام زبیدی، و"جواہر العقدین" از علامہ سمہودی، و"آداب العلماء والمتعلمین" از علامہ حسین بن منصور۔ اس سے پیشتر کتاب سے منتخب کردہ۔ و"قانون التاویل" از ابن العربی، و"العزلۃ" از امام خطابی، و"من اخلاق العلماء" از محمد سلیمان، و"مناہج العلماء" از فاروق سامرائی، و"التعلیم والارشاد" از بدر الدین الحلبی، و"الذخیرۃ" از امام قرافی، و"المجموع (پہلی جلد)" از امام نووی، و"تحفیز الھمم إلی العلم" از محمد بن ابراہیم الشیبانی، و"رسائل الاصلاح" از محمد الخضر حسین، و"آثار محمد البشیر الابراہیمی"۔ اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں، اللہ تعالیٰ سبھوں کو اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

پہلی فصل:

طالب علم کے شخصی آداب (ذاتی خوبیاں)

① علم عبادت ہے[1]:

اس رسالہ "حلیۃ" بلکہ ہر مطلوب امر کی سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ علم عبادت ہے؛ چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے:

"العلم صلاة السر، و عبادة القلب"۔

علم خفیہ نماز اور قلبی عبادت ہے۔

اور اسی بنیاد پر عبادت کی حسب ذیل (دو) شرطیں ہیں:

ا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خالص نیت، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ... ﴾ [البینۃ:۵]۔

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف علیہ السلام کے دین پر۔

اور مشہور و یگانہ حدیث میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① فتاوی ابن تیمیہ (۱۰/ ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۳۹-۵۴، و ۱۱/ ۳۱۴، و ۲۰/ ۷۷-۷۸)۔

''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ...''الحدیث۔

یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

چنانچہ اگر علم میں اخلاص کا فقدان ہو تو علم افضل ترین نیکی سے اُتر کر ہر درجہ گری ہوئی مخالفت بن جاتا ہے، اور علم کو ضائع و برباد کرنے والی ریاء کاری جیسی کوئی چیز نہیں ہے' خواہ ریاء شرک ہو یا ریاء اخلاص [1]، نہ تسمیع (سمعت) جیسی: جیسے کوئی کسی کو سناتے ہوئے کہے کہ: مجھے اس اس چیز کا علم ہے' میں اتنے اتنے کا حافظ ہوں!! وغیرہ۔۔۔

اس لئے سچی طالب علمی میں اپنی نیت میں آنے والی تمام آمیزشوں اور ملاوٹوں سے بچنے کا التزام کیجئے، جیسے شہرت کی خواہش، ہم عمروں پر برتری، اسی طرح اسے خاص اغراض و مقاصد کے حصول کا سبب اور ذریعہ بنانا، جیسے جاہ' یا مال' یا نام و نمود، یا تعریف و ستائش کی خواہش، یا لوگوں کو اپنی طرف مائل و متوجہ کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اس طرح کی چیزیں جب نیت میں شامل ہوں گی تو اسے خراب کر دیں گی اور علم کی برکت جاتی رہے گی، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی نیت کو اللہ کے علاوہ کسی چیز کی چاہت سے گڈ مڈ ہونے سے بچائیں، بلکہ آپ اپنی نیت کی مکمل حفاظت کریں۔

اس سلسلہ میں علماء کے کچھ اقوال اور مواقف ہیں' ان میں سے کچھ چیزیں میں نے کتاب ''التعالم'' کے پہلے مبحث میں بیان کی ہیں' اس پر مزید یہ اضافہ کر لیا جائے کہ علماء نے ''طبولیات'' سے منع کیا ہے' یعنی وہ مسائل جن سے شہرت ور یاکاری مقصود ہو۔

اور یہ بات بہت پہلے کہی جا چکی ہے کہ:

---

[1] الذخیرۃ، از امام قرافی، (۱/۴۵)۔ نیز تہذیب الآثار، از امام طبری (۲/۱۲۱-۱۲۲، ایڈیشن: مطابع الصفا، مکہ مکرمہ) میں اس کی بابت عمدہ مبحث ملاحظہ فرمائیں۔

''**زلة العالم مضروب لها الطبل**''[1]۔

عالم کی لغزش پر ڈھول بجایا جاتا ہے۔

اور سفیان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''**كنت أوتيت فهم القرآن، فلما قبلت الصرة، سلبته**''[2]۔

مجھے قرآن کریم کی سمجھ عطا کی گئی تھی لیکن جب میں نے تھیلا قبول کیا تو وہ چھن گئی۔

لہذا - اللہ آپ پر رحم فرمائے - ان آمیزشوں اور ملاوٹوں سے حفاظت کرنے والے مضبوط کڑے کو تھامے رکھیں، بایں طور کہ آپ اخلاص کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے نواقض سے خوب ڈریں اور چوکنا رہیں نیز اللہ سے خوب التجا اور اظہار محتاجگی کریں۔

سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''**ما عالجت شيئاً أشد علي من نيتي**''۔

مجھے اپنی نیت سے زیادہ سخت مقابلہ کسی اور چیز سے نہ کرنا پڑا۔

عمر بن ذر سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا! کیا وجہ ہے کہ جب لوگوں کو آپ نصیحت کرتے ہیں تو لوگ زار و قطار روتے ہیں اور جب آپ کے علاوہ کوئی نصیحت کرتا ہے تو لوگ نہیں روتے؟ انہوں کہا: بیٹے! حقیقی (سچی) نوحہ کرنے والی کرائے پر لائی گئی نوحہ کرنے والی جیسی نہیں ہوا کرتی[3]۔ اللہ آپ کو نیک توفیق بخشے، آمین۔

۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی جامع خصلت: یعنی ''اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول

---

[1] الصوارم والأسنة، از ابومدین شنقیطی سلفی رحمہ اللہ۔ نیز دیکھئے: شرح الاحیاء، اور ان سے کنوز الأجداد (ص: ۲۶۳) میں۔

[2] تذکرة السامع والمتکلم، (ص: ۱۹)۔

[3] العقد الفرید، از ابن عبدربہ۔

ﷺ کی محبت"اور اتباع خالص اور نبی معصوم ﷺ کے نقش قدم پر چل کر اس کا عملی ثبوت۔

ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾ [آل عمران:۳۱]۔

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔

خلاصۂ کلام اینکہ یہ چیز اس "حلیہ" (زیور) کی جڑ اور بنیاد ہے اور ان دونوں کی حیثیت وہی ہے جو لباس میں تاج کی ہوتی ہے۔

لہٰذا اے طلبہ! چونکہ آپ نے علم کے لئے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے اور نہایت عمدہ اور نفیس ترین عمل سے رشتہ قائم کیا ہے اس لئے میں آپ کو اور خود کو ظاہر و باطن میں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی سرمایہ زندگی ہے فضائل اور مدح و ستائش کا محور و مرکز ہے، قوت و عظمت کا سرچشمہ ہے، رفعت و بلندی کی معراج ہے اور فتنوں سے دلوں کی حفاظت کا مضبوط اور قابل اعتماد رابطہ ہے، لہٰذا اس میں کوتاہی نہ کرنا۔

② سلف صالحین کے نقش قدم پر گامزن رہو:

سلف صالحین کے حقیقی نقش قدم پر رہ کر سلفی رہو، یعنی توحید اور عبادات وغیرہ دین کے تمام ابواب میں رسول ﷺ کے آثار کی پابندی کرتے ہوئے سنتوں کو اپنی زندگی میں ڈھالتے ہوئے اور بحث و جدال، جھگڑا اور علم کلام نیز گناہ و معاصی اور شریعت بیزاری پر آمادہ کرنے والے امور میں پڑنے سے گریز کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان

کے بعد ان کے نقش قدم پر قائم سلف صالحین کی راہ پر گامزن رہو۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]: امام دارقطنی رحمہ اللہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک علم کلام (عقلانیت) سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں۔

میں (امام ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: یہ شخص کبھی بھی علم کلام (عقل پرستی) اور جدال وہٹ دھرمی میں داخل نہ ہوا نہ اس میں پڑا، بلکہ سلفی تھا۔

اور درحقیقت یہی ''اہل سنت و جماعت'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی پیروی کرنے والے ہیں' ان کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں[2]:

''اہل سنت: مسلمانوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں' اور یہ لوگوں کے لئے سب سے بہتر ہیں''۔

لہٰذا اسی راہ پر قائم رہو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]۔

اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

۳ اللہ کے خوف وخشیت کا التزام:

یعنی اسلام کے شعائر اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل اور لوگوں کو اس کی دعوت دیگر اس کے اظہار واعلان اور نشر واشاعت کی پابندی کرتے ہوئے' اپنے علم وعمل اور کردار کے ذریعہ اللہ کی راہ دکھلاتے ہوئے، مردانگی، نرم خوئی اور نیک کردار سے آراستہ ہو کر اپنے ظاہر و باطن کو اللہ کی خشیت سے آباد کرنا۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۶ / ۴۵۷)۔

[2] منہاج السنۃ (۵ / ۱۵۸)، ایڈیشن جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض۔

اور ان تمام باتوں کی کنجی اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت ہے، اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''أصل العلم خشية الله تعالى''۔

اصل علم اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔

لہذا ظاہر و باطن میں اللہ کی خشیت کو لازم پکڑو کیونکہ دنیا میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، اور اللہ سے عالم ہی ڈرتا ہے، لہذا عالم دنیا کا سب سے بہتر آدمی ہے، اور آپ کے ذہن سے یہ بات اوجھل نہ ہو کہ عالم اسی وقت عالم شمار کیا جاتا ہے جب وہ عمل کرنے والا ہو، اور عالم اسی وقت اپنے علم پر عمل کرتا ہے جب اس میں اللہ کی خشیت ہو۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں نو آباء کی روایت کا لطیفہ اسنادیہ ہے، چنانچہ فرماتے ہیں [1]: ہمیں ابو الفرج عبد الوہاب بن عبد العزیز بن الحارث بن اسد اللیث بن سلیمان بن اسود بن سفیان بن زید بن اکینہ بن عبد اللہ تمیمی نے اپنے حافظہ سے بتلایا' فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، وہ بیان

[1] الجامع، از خطیب بغدادی، وذم من لا یعمل بعلمہ، از ابن عساکر، نمبر (۱۵)، اور اس کی سند کے لئے ملاحظہ فرمائیں: لسان المیزان، (۴/ ۲۶-۲۷) از حافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔

کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"هتف العلم بالعمل، فإن أجابه، وإلا ارتحل"۔

علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر وہ جواب دے (یعنی اس کے مطابق عمل ہو) تو ٹھیک ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

اس سے قریب قریب الفاظ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہیں۔

④ ہمیشہ اللہ کی نگہداشت کا احساس:

اللہ کے خوف اور اس کی رحمت کی امید کے درمیان اللہ کی جانب چلتے ہوئے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی دائمی نگرانی کے شعور سے آراستہ رہنا چاہئے، کیونکہ ایک مسلمان کے لئے خوف وامید کی حیثیت پرندے کے دو بازوؤں جیسی ہے۔

لہٰذا پوری طرح اللہ کی جانب مائل ومتوجہ ہو جاؤ، تمہارا دل اللہ کی محبت سے لبریز اور تمہاری زبان اس کے ذکر سے تر رہنی چاہئے نیز اللہ کے احکام اور اس کی حکمتوں سے فرحت ومسرت محسوس کرنا اور اس سے خوش ہونا چاہئے۔

⑤ بازو پست رکھنا اور غرور وتکبر اور بڑکپن سے اجتناب کرنا:

علم کی عزت کی خاطر حصول علم کی ذلت برداشت کرتے ہوئے اور حق کی تابعداری کرتے ہوئے عفت و پاکدامنی حلم و بردباری، صبر وتحمل، حق کے لئے تواضع اسی طرح وقار، شگفتگی، پست بازو، سنجیدگی اور ٹھہراؤ جیسے نفس کے اعلیٰ آداب سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔

اس لئے ان آداب کے نواقض سے چوکنا رہو، کیونکہ یہ نواقض گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ

آپ کے خلاف اس بات کی گواہی قائم کرنے والے ہوں گے کہ آپ کی عقل میں کوئی بیماری ہے، اور یہ کہ آپ علم اور اس پر عمل سے محروم ہیں، لہٰذا غرور و نخوت سے بچتے رہنا کیونکہ وہ نفاق اور تکبر ہے، اور سلف صالحین اس سے بڑی شدت سے بچتے تھے:

اس سلسلہ میں ایک دقیق بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے عمرو بن اسود عنسی رحمہ اللہ کی سیرت میں نقل فرمائی ہے جن کی وفات عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں ہوئی: کہ جب وہ مسجد سے نکلتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے! ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس ڈر سے کہ کہیں میرا ہاتھ منافقت نہ کرے۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں: وہ اس خوف سے پکڑ لیتے تھے کہ کہیں ان کے چلنے میں ان کے ہاتھ سے اکڑ کا اظہار نہ ہو کہ ایسا کرنا تکبر کے قبیل سے ہے [1]۔

اور یہ چیز عنسی رحمہ اللہ کو پیش آئی ہوگی۔

اور دیکھنا ظالموں جابروں کے مرض ''کبر و انانیت'' سے بھی بچنا، کیونکہ کبر و تعلی، لالچ اور حسد اولین گناہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی گئی ہے [2]، چنانچہ تمہارا اپنے استاذ سے زبان درازی کرنا تکبر ہے، اور اپنے سے کمتر فائدہ پہنچانے والے سے کترانا بھی تکبر ہے، اور تمہارا علم کے مطابق عمل کرنے میں کوتاہی برتنا بھی تکبر کا بدبودار کیچڑ اور محرومی کی علامت ہے۔

العلم حـــرب للفتى المعالي كالسيل حرب للمكان العالي

متکبر نوجوان کے لئے علم ویسے ہی دشمن ہے جیسے سیلاب مقام بلند کا حریف ہے۔

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے زمین سے چپکے رہو (یعنی تواضع اختیار کرو)، اور جب بھی آپ کا

---

[1] فہرس الفتاوی، (۳۶/ ۱۹۳)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۴/ ۸۰)۔

نفس تکبر و انانیت یا بڑکپن یا شہرت پسندی یا خود نمائی وغیرہ علم کا خون کرنے والی، اس کی شان وشوکت کو تباہ کرنے والی اور اس کے نور کو گل کرنے والی آفتوں پر آمادہ ہو اسے دباؤ، کچلو اور پست کر کے رکھ دو۔ اور تمہیں جتنا بھی علم یا بلندی حاصل ہو جائے اس خوبی کو لازم پکڑے رہو بڑی نیک بختی اور عظیم مقام ومرتبہ سے ہمکنار ہو گے جس پر لوگ رشک کریں گے۔

مستند امام اور کتب ستہ کے راوی بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ کے بیٹے امام عبد اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ایک شخص کو اپنے (میرے) والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ عرفہ میں کھڑے تھے، یکا یک ان پر رقت طاری ہوئی، کہنے لگے: اگر میں ان لوگوں میں نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ ان کی مغفرت ہوگئی''۔

اسے امام ذہبی نے روایت کیا ہے [1] اور فرمایا:

''میں کہتا ہوں: اسی طرح بندے کو چاہیے کہ اپنے نفس کو حقیر جانے اور اسے کچلنے کی کوشش کرے''۔

۶ قناعت اور دنیا سے بے رغبتی:

طالب علم کو قناعت پسندی اور زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کی خوبی سے آراستہ ہونا چاہیے۔

اور زہد کی حقیقت یہ ہے کہ [2]: ''مشتبہ امور سے اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۴ / ۵۳۴)۔
نیز مجموع فتاوی (۱۴ / ۱۶۰) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عمدہ بات ملاحظہ فرمائیں۔
[2] تعلیم المتعلم، از زرنوجی، (ص: ۲۸)۔

کی لالچ سے باز رہ کر حرام سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور اس کی چہار دیواری سے دور رہا جائے"۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے [1]:

"اگر کوئی انسان کسی سب سے زیادہ عقلمند کی بابت وصیت کرے تو اسے زاہدوں کی طرف پھیر دیا جائے گا (کیونکہ سب سے زیادہ عقلمند وہی ہیں)"۔

اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ان سے کہا گیا: کہ کیا آپ زہد کے بارے میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے کہا: "میں نے خرید و فروخت (تجارت) کے بارے میں ایک کتاب لکھ دی ہے" [2]۔

یعنی در حقیقت زاہد وہی ہے جو تجارتی امور اور اسی طرح دیگر تمام معاملات اور پیشوں میں شبہات اور ناپسندیدہ امور سے احتراز کرے"۔

لہذا طالب علم کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں اتنا معتدل رہے کہ اس کے لئے عار و عیب کا باعث نہ ہو بایں طور کہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کو ان چیزوں سے بالکل محفوظ رکھے اور ذلت و رسوائی کی حرکتوں میں نہ پڑے۔

ہمارے شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (وفات: ۱۷/ ۱۲/ ۱۳۹۳ھ) دنیوی امور میں بڑے زاہد اور معمولی انسان تھے، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ کاغذی نوٹوں کی صنفوں کو بھی نہیں جانتے تھے، انہوں نے براہ راست مجھ سے کہا:

"میں اپنے وطن شنقیط سے اس حال میں آیا کہ میرے پاس ایک ایسا خزانہ تھا جو کم ہی کسی کے پاس ہوتا ہے یعنی "قناعت" اور اگر میں مناصب اور عہدوں کا خواہشمند ہوتا تو اس

---

① - ② تعلیم المتعلم، از زرنوجی، (ص: ۲۸)۔

راستہ کو بھی جان لیتا، لیکن میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا' اور نہ ہی دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے علم خرچ کرتا ہوں''۔ اللہ ان پر اپنی کشادہ رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

⑦ رونق علم سے آراستہ ہونا:

علم کی رونق سے آراستہ ہونے کا معنیٰ ہے: نیک رہن سہن اور عمدہ طور طریقہ اپنانا مثلاً: ہمیشہ سکون و سنجیدگی، وقار، خشوع، تواضع اور ظاہر و باطن کو آباد کر کے راہ راست پر قائم رہنا اور اپنے آپ کو اس کے نواقض سے بالکلیہ بچائے رکھنا۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''لوگ (یعنی سلف صالحین) جیسے علم حاصل کرتے تھے ویسے ہی عمدہ طور طریقہ بھی حاصل کرتے تھے''۔

اور رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا:

''ہمیں حدیثیں بیان کرو اور دیکھنا کسی مردہ ضمیر اور طعنہ جو سے نہ بیان کرنا''۔

ان دونوں روایتوں کو امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''الجامع'' میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے[1]:

''طالب علم پر واجب ہے کہ لہو لعب، کھیل کود، لغو، حماقت، ہنسی، قہقہہ، بکثرت ٹھٹھا اور مذاق وغیرہ کے ذریعہ مجالس میں پھوہڑ پن سے اجتناب کرے، کیونکہ مزاح نہایت معمولی، نادر، لطیف جو ادب اور طریقۂ علم سے خارج نہ کرے، اتنا ہی جائز ہے۔ اس کے علاوہ جو مزاح مستقل، بکثرت، سطحی اور دلوں میں بغض و حسد پیدا کرنے والا اور شر و برائی کا سبب ہو مذموم

---

① الجامع از خطیب بغدادی، (۱/۱۵۶)۔

ہے، اور بکثرت ہنسی مذاق انسان کی قدر گھٹا دیتا ہے اور مروءت ختم کر دیتا ہے"۔

اور کہا جاتا ہے: "جو کوئی حرکت کرتا ہے اُسی سے پہچانا جاتا ہے"۔

لہٰذا اپنی مجلسوں اور گفتگو میں ان گری حرکتوں سے اجتناب کرو۔

جبکہ بعض جاہلوں کا گمان یہ ہے کہ اس میں کشادگی باعث راحت، خوشی اور اطمینان ہے!!

احنف بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"ہماری مجلسوں میں عورتوں اور کھانے کے ذکر سے اجتناب کرو، مجھے اس آدمی سے بڑی نفرت ہے جو ہمیشہ اپنی شرمگاہ اور پیٹ کی تعریف کرتا رہے"[1]۔

محدث ملہم امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کتاب میں قضا کے بارے میں ہے:

"جو اپنے آپ کو ایسی چیزوں سے آراستہ کرے گا جو اس میں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسے عیب دار کر دے گا"۔

اس کی شرح امام ابن القیم رحمہ اللہ کے یہاں ملاحظہ فرمائیں[2]۔

(۸) مروءت سے آراستہ ہونا[3]:

طالب علم کو ادب و مروءت اور اس پر آمادہ کرنے والی صفات: اخلاق کریمانہ، ہشاش بشاش چہرہ، سلام، لوگوں کے ساتھ تحمل، تکبر کے بغیر بلند مزاجی، ظلم و جبر کے بغیر خودداری، عصبیت کے بغیر بیدار مغزی اور ٹھوس پن اور جاہلیت کے بغیر غیرت وحمیت، وغیرہ سے

---

(1) سیر اعلام النبلاء، (۴/ ۹۴)۔

(2) إعلام الموقعین، (۲/ ۱۶۱-۱۶۲)۔

(3) اس بارے میں مستقل کتابیں موجود ہیں، دیکھئے: معجم الموضوعات المطروقة، ص (۳۹۲)۔

آراستہ ہونا چاہئے۔

لہٰذا مروءت کو عیب دار کرنے والی چیزوں سے بچو' خواہ طبیعت میں ہو یا قول وعمل میں' مثلاً کوئی ذلت آمیز پیشہ، یا گھٹیا عادت جیسے خود پسندی، ریا کاری، اکڑ پن، تکبر و غرور، دوسروں کی تحقیر اور شک وشبہ اور تہمت کی جگہوں پر جانا وغیرہ۔

⑨ مردانہ خوبیوں سے متصف ہونا:

طالب علم کو مردانہ صفات سے متصف ہونا چاہئے' جیسے شجاعت، حق کی بابت سخت جانفشانی، اخلاق کریمانہ، اور خیر کی راہوں میں خرچ کرنا یہاں تک کی لوگوں کی آرزوئیں تم سے پیچھے ہی ختم ہو جائیں۔

لہٰذا اس کے نواقض سے بچو مثلاً ہمت کی کمزوری، بے صبری، پست اخلاقی وغیرہ، کیونکہ یہ چیزیں علم کو کھا جاتی ہیں، زبان کو حق گوئی سے روک دیتی ہیں اور اس کی پیشانی کو پکڑ کر اس کے دشمنوں کی طرف اس وقت لے جاتی ہیں جب حالات اللہ کے نیک بندوں کے چہروں کو دہکتی آگ کے انگاروں سے جھلسا رہے ہوتے ہیں۔

⑩ نازونعمت اور عیش وعشرت سے اجتناب:

نازونعمت اور عیش وعشرت میں نہ ڈوبو، کیونکہ ''البَذَاذَةُ مِنَ الإِيمان''[1] خستہ حالی اور تواضع ایمان کا حصہ ہے۔ اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وصیت جو انہوں نے

---

① جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة، حدیث (۳۴۱)، وتعظیم قدر الصلاة، از ابونصر مروزی، حدیث (۴۸۴)۔

اپنے مشہور خط میں کی تھی اسے لازم پکڑو:

''وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِيَّ الْعَجَمِ، وَتَمَعْدَدُوا، وَاخْشَوْشِنُوا...''[1]۔

ناز و نعمت اور عجمیوں کے رہن سہن سے بچو، معد کی (خستہ حال، سادگی کی) زندگی جیو، اور کھردرا پن اپناؤ۔

لہٰذا نئی تہذیب کے کھوٹے پن سے کنارہ کش رہو؛ کیونکہ وہ طبیعتوں میں نسوانیت پیدا کرے گی' اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا کر دے گی، اور تمہیں اوہام و خیالات کے جالوں میں پھنسا کر رکھ دے گی، (نتیجہ یہ ہوگا کہ) جفاکش اور محنت جو اپنے مقاصد کی منزلیں طے کر لیں گے اور تم اپنے لباس کی دلکشی اور جاذبیت میں مشغول ہو کر اپنی جگہ پڑے رہو گے، گرچہ کہ اس میں پائی جانے والی چیزیں حرام اور مکروہ نہیں ہوتیں' لیکن وہ صالح طریقہ نہیں ہوتا، اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور زیب و زینت لباس کی طرح ہوتی ہے' جو کسی شخص کے میلان و رجحان اور ربط ضبط کی علامت بلکہ اس کی تحدید ہوا کرتی ہے، اور لباس تو محض کسی شخص کی ذات کی تعبیر کا ایک وسیلہ ہے۔

لہٰذا اپنے لباس کے سلسلہ میں چوکنا رہو؛ کیونکہ لباس دوسروں کے سامنے تمہارے انتساب، رجحان اور ذوق وغیرہ کی عکاسی کرتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ: ظاہری لباس انسان کے باطنی میلان پر دلالت کرتا ہے، اور لوگ تمہارے لباس ہی سے تمہارا معیار متعین کریں گے، بلکہ لباس زیب تن کرنے کی کیفیت بھی دیکھنے والے کی نگاہ میں پہننے والے کی شخصیت کی گیرائی، وزن، سوجھ بوجھ، یا ظاہری شیخیت یا رہبانیت، یا بچکانہ پن، نادانی اور

---

[1] مسند علی بن الجعد، (۱/ ۵۱۷)، حدیث (۱۰۳۰)، اور ان سے امام ابن القیم نے الفروسیۃ میں، ص (۹)، وادب الاملاء والاستملاء، ص (۱۱۸)۔ اور اس کی اصل صحیحین میں ہے۔

شہرت پسندی کا معیار بتلاتی ہے۔

لہٰذا لباس ایسا پہنو جو تمہیں آراستہ کرے' عیب دار نہ کرے، تمہارے سلسلہ میں کسی نکتہ چینی، انگشت نمائی یا عیب جوئی کا سبب نہ ہو، اور جب تمہارا لباس اور طریقۂ لباس تمہارے علم شرعی کے ساتھ ہم آہنگ ہوگا تو وہ تمہاری تعظیم اور تمہارے علم سے استفادہ کا زیادہ باعث ہوگا، بلکہ تمہاری نیک نیتی کے سبب عبادت اور نیکی بن جائے گا؛ کہ یہ مخلوق کو حق کی طرف رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا[1]:

مجھے قاری (عالم دین) کو سفید پوش دیکھنا زیادہ محبوب ہے۔

یعنی تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی شخصیت باعظمت ہو اور اس کے سبب اس کے پاس موجود حق کی بھی تعظیم کی جائے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول لوگوں کی مثال پرندوں کے جھنڈ جیسی ہے ایک دوسرے کی مشابہت اپنانا ان کی فطرت میں ہے[2]۔

لہٰذا دیکھنا بچکانہ پن اور غیر مہذب لوگوں کے لباس سے بچنا، رہا افرنگی لباس تو اس کا حکم تم سے پوشیدہ نہیں! البتہ اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ تم بگڑا ہوا اور برا لباس پہنو، بلکہ مقصد یہ ہے کہ شرعی روایت کے مطابق لباس اور پہناوے میں میانہ روی ہو' اس پر نیکی، شرافت، حسن سلیقہ اور عمدگی کی چھاپ ہو۔

اس کی دلیلیں سنت اور رقائق کی کتابوں بالخصوص امام خطیب بغدادی کی ''الجامع'' میں

---

① الاحکام، از امام قرافی، ص (۲۷۱)۔

② مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۸/ ۱۵۰)۔

موجود ہیں[1]۔

اس اشارہ کو غیر مناسب اور برا نہ سمجھنا؛ کیونکہ رقاق، آداب اور لباس وغیرہ کی کتابوں میں اہل علم اس پر تنبیہ کرتے رہے ہیں[2]، واللہ اعلم۔

(۱۱) لغو اور فضول مجلسوں سے اعراض:

تغافل برتتے ہوئے اپنی مجلسوں میں منکرات انجام دینے اور ادب و شرافت کے پردے چاک کرنے والوں کی صحبت سے گریز کرو؛ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو علم اور اہل علم کی بابت بڑے مجرم ٹھہرو گے۔

(۱۲) گپ شپ اور شور و شغب سے اعراض:

طالب علم کو شور و غوغاء اور بے جا کثرت کلام سے بچنا چاہیے، کیونکہ غلطی شور و شغب ہی کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہ آداب طالب علمی کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر پیاری بات وہ ہے جو صاحب "الوسیط فی أدباء شنقیط" نے ذکر فرمائی ہے اور ان سے صاحب "معجم المعاجم" نے نقل کیا ہے:

کہ دو قبیلوں میں تنازعہ ہو گیا، ایک تیسرے قبیلہ نے ان دونوں کے درمیان صلح کی کوشش کی، چنانچہ وہ شریعت کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور ایک عالم (قاضی) کو حکم تسلیم کر لیا، اس قاضی نے فیصلہ کیا کہ دوسرے قبیلہ سے جو چار لوگ قتل کیے گئے ہیں ان کے

---

(1) ادب الاملاء والاستملاء، ص (۱۱۶-۱۱۹)، واقتضاء الصراط المستقیم، ومجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۱/۵۳۹)، نیز دیکھئے: کتاب الروح، از امام ابن القیم رحمہ اللہ، ص (۳۰)۔

(2) الجامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۱۵۳-۱۵۵)۔

بدلے کسی قبیلے کے چار لوگوں کو قتل کر دیا جائے! تو شیخ باب بن احمد نے کہا: اس قسم کی صورت حال میں قصاص ہی نہیں ہے، قاضی نے کہا: ایسی بات تو کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے! شیخ باب بن احمد نے کہا: بلکہ کوئی بھی کتاب اس مسئلہ سے خالی نہیں ہے! قاضی نے کہا: یہ قاموس (ڈکشنری) بھی -یعنی کتاب کے عموم میں یہ ڈکشنری بھی شامل ہے- تو شیخ باب نے فوراً ڈکشنری اُٹھائی، اُس میں سب سے پہلے جس چیز پر ان کی نظر پڑی وہ یہ تھی:

"والهَيْشَةُ: الفِتْنَةُ، وأُمُّ حُبَيْنٍ، وَلَيْسَ فِي الهَيْشَاتِ قَوَدٌ".

یعنی الهَيْشَةُ: فتنہ کو کہا جاتا ہے اور ام حبین کو بھی کہتے ہیں جو ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے، اور هَيشَات: یعنی فتنوں میں قتل کئے جانے والے جس کے قاتل کا پتہ نہ ہو قصاص نہیں ہے!

تو لوگ ایسے مشکل موقف میں اس قسم کی برجستگی اور استحضار سے حیران رہ گئے۔ گفتگو مختصراً ختم ہوئی۔

⑬ نرمی:

گفتگو میں نرمی اپناؤ، ترش اور سخت الفاظ سے اجتناب کرو؛ کیونکہ نرم گفتگو متنفر طبیعتوں کو جوڑتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں کتاب وسنت کے دلائل بکثرت ہیں۔

⑭ غور وفکر:

طالب علم کو غور وفکر اور تامل کی خوبی سے آراستہ ہونا چاہئے؛ کیونکہ جو فکر کرتا ہے مقصد پالیتا ہے، اور کہا گیا ہے: "غور وفکر کیا کرو مقصد حاصل کرلو گے"۔

لہذا، بات کرتے ہوئے غور کرو کہ کیا بول رہے ہو؟ اس کا کیا انجام ہوگا؟ اور تعبیر اور انداز

واسلوب میں بھی احتیاط برتو' کہ اس میں تعنت، کرخت' شدت یا حقیقت سے زیادہ اپنی مہارت وصلاحیت کا اظہار نہ ہواور مذاکرہ کرتے وقت غور کروکہ معنیٰ ومقصود کی ترجمانی کے لئے کون سا مناسب انداز اختیار کروگے، اسی طرح سائل کے سوال کے وقت غور کروکہ کیسے اس کے سوال کا اصل مقصود سمجھوگے' کہ سوال میں دوصورتوں کا احتمال نہ ہو، وغیرہ۔

⑮ ثابت قدمی، ٹھراؤ، صبر وضبط اور جفاکشی:

ثابت قدمی اور پامردی کی صفت اپناؤ، بالخصوص مصائب ومشکلات کے وقت، اور اسی قبیل سے حصول علم میں ثابت قدمی، صبر وضبط اور علماء ومشائخ سے علم حاصل کرنے میں گھنٹوں گھنٹوں صرف کرنا بھی ہے؛ کیونکہ ''جوثابت قدم رہتا ہے وہ پروان چڑھتا ہے''۔

دوسری فصل:

حصول علم کی کیفیت کے آداب

⑯ طلب علم کی کیفیت اور اُس کے مراتب:

''جو اصول یعنی علم کی بنیادوں کو ازبر نہیں کرتا' منزل مقصود کو پہنچنے سے محروم رہتا ہے''[1]، اور ''جو یکبارگی پورا علم حاصل کرنا چاہتا ہے' اس کا پورا ہی ضائع ہو جاتا ہے''[2]، نیز کہا جاتا ہے:
''کانوں میں علم کا ازدحام سمجھنے کی راہیں کھو دیتا ہے''[3]۔

لہٰذا ہر مطلوب فن کو اس کی اساس اور جڑ سے' اُس فن کی بنیاد اور مختصر کتاب کو کسی ٹھوس علم اور ماہر شیخ کی شاگردی میں ازبر کر کے' حاصل کرنا ضروری ہے، ذاتی طور پر نہیں' نیز بستہ بستہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَقُرْءَانًا فَرَقْنَٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾﴾ [الاسراء: ١٠٦]۔

قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ آپ اسے بہ مہلت لوگوں کو

---

① تذکرۃ السامع والمتکلم ص (۱۴۴)۔

② فضل العلم، از ارسلان ص (۱۴۴)۔

③ شرح الاحیاء (۱/ ۳۳۴)۔

سنائیں اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾﴾ [الفرقان:۳۲]۔

اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا، اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) اتارا تاکہ اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ [البقرۃ:۱۲۱]۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے چند باتیں ہیں ہر فن کے حصول میں ان کی رعایت کرنا ضروری ہے:

① مطلوب فن میں کسی مختصر کتاب کا حفظ کرنا۔

② کسی ٹھوس علم والے شیخ کی شاگردی میں اسے ازبر کرنا اور سمجھنا۔

③ کسی بھی فن کی اصل اور بنیاد کو ازبر کرنے سے پہلے بڑی کتابوں اور علیحدہ و مستقل تصنیفات میں مشغول نہ ہونا۔

④ کسی اہم سبب کے بغیر ایک مختصر سے دوسرے مختصر کی طرف منتقل نہ ہونا، کیونکہ ایسا کرنا اکتاہٹ اور الجھن کا باعث ہو سکتا ہے۔

⑤ علمی فوائد وضوابط کو فوری نوٹ کرنا۔

⑥ طلب علم اور اس میں ترقی کے لئے ہمت جٹانا، اور حصول علم اور بلندی کی منزلیں

طے کرنے کے لئے خوب اہتمام کرنا اور راور اپنے آپ کو محنت و جفاکشی کی آگ میں جلانا' تاکہ پورے اعتماد کے ساتھ بڑی اور مطول کتابوں تک رسائی ہوسکے۔

امام ابن العربي المالکی رحمہ اللہ [1] کی رائے یہ ہے کہ طالب علم حصول علم میں دو علوم کو گڈمڈنہ کرے' نیز یہ کہ پہلے عربی زبان، شعر اور حساب وغیرہ سیکھے' پھر قرآن کریم سیکھے۔

لیکن امام ابن خلدون رحمہ اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ نتائج اس رائے کی تائید نہیں کرتے' لہذا قرآن کریم کا علم اور اس کا حفظ ہی مقدم ہے؛ کیونکہ بچہ جب تک گود میں ہوتا ہے تابع فرمان ہوتا ہے اور جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اسے قابو میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

رہا مسئلہ تعلیم میں دو یا دو سے زیادہ علوم کا خلط ملط کرنا، تو یہ طلبہ کی سوجھ بوجھ، سمجھ داری اور چستی کے فرق واختلاف پر مبنی ہے۔

بعض اہل علم ابتدائی طلبہ کو فقہ حنبلی' "زاد المستقنع" سے پڑھاتے تھے، اور ان سے اونچے طلبہ کو فقہی ومسلکی اختلافات بتانے کے لئے "المقنع" پڑھاتے تھے' اور پھر اونچے اختلافات بتلانے کے لئے "المغني" پڑھاتے تھے، اور پہلے طبقے کے طلبہ کو دوسرے طبقے کے طلبہ کے درس میں نہیں بیٹھنے دیتے تھے، اسی طرح دوسرے طبقے والوں کو تیسرے میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے؛ تاکہ تشویش نہ ہو۔

معلوم ہونا چاہئے کہ مشائخ کے یہاں حصول علم کی اساس وبنیاد کے لئے مختصرات پھر مطولات (بڑی کتابوں) کا ذکر عام طور پر مختلف ممالک میں مذاہب کے اختلاف اور اس ملک کے علماء دیگر مختصرات کو چھوڑ کر جس مختصر کے حفظ واتقان پر چلتے رہے ہیں' اس پر مبنی ہے۔

---

[1] تراجم الرجال، از خضر حسین، ص (۱۰۵)، وفتاوی ابن تیمیہ (۲۳ / ۵۴-۵۵)، بڑی اہم بات ہے۔

اور اب حالت یہ ہے کہ یہ چیزیں طالب علم کی سوچ وفہم اور طبیعت، تیاری اور آمادگی کی قوت وضعف اور ذہن کی تیزی وکمزوری کی بنیادوں پر مختلف ہوتی ہیں۔

اور ہمارے ملک میں مکتب اور حفظ قرآن کریم کے مرحلہ کے بعد مساجد کے دروس میں مشائخ کے یہاں طلب علم کے تین مراحل ہیں: ابتدائی طلبہ کا مرحلہ، پھر متوسط طلبہ کا مرحلہ اور پھر پختہ طلبہ کا مرحلہ۔

چنانچہ توحید میں: ''ثلاثۃ الاصول و اَدلتھا'' اور ''القواعد الاربع'' پھر ''کشف الشبھات'' پھر ''کتاب التوحید''؛ یہ چاروں کتابیں شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی ہیں، یہ توحید عبادت میں پڑھائی جاتی ہیں۔

اور توحید اسماء وصفات میں: ''العقیدۃ الواسطیۃ'' پھر ''الحمویۃ'' اور ''التدمریۃ'': یہ تینوں کتابیں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہیں، پھر ''الطحاویۃ'' اور اس کی شرح پڑھائی جاتی ہے۔

اور نحو میں: ''الاجرومیۃ'' پھر ''ملحۃ الاعراب'' امام حریری کی، پھر ''قطر الندی'' امام ابن ہشام کی، اور ''الفیۃ ابن مالک'' مع اس کی شرح امام ابن عقیل کی پڑھائی جاتی ہے۔

اور حدیث میں: ''الاَربعین'' امام نووی کی، پھر ''عمدۃ الاَحکام'' امام مقدسی کی، پھر ''بلوغ المرام'' امام ابن حجر کی، اور ''المنتقیٰ'' مجد ابن تیمیہ کی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور پھر اس کے بعد امہات ستہ (یعنی حدیث کی چھ مشہور ومتداول کتابوں) وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اور مصطلح میں: ''نخبۃ الفکر'' امام ابن حجر رحمہ اللہ کی، پھر ''الاَلفیۃ'' امام عراقی رحمہ اللہ کی پڑھائی جاتی ہے۔

اور فقہ میں: بطور مثال ''آداب المشی إلی الصلاۃ'' شیخ محمد عبد الوہاب رحمہ اللہ کی، پھر ''زاد

المستقنع'' امام حجاوی کی، یا ''عمدۃ الفقہ'' پھر مذہبی اختلافات کے لئے ''المقنع'' اور اونچے اختلافات کے لئے ''المغنی'' یہ تینوں کتابیں امام ابن قدامۃ مقدسی رحمہ اللہ کی ہیں۔

اور اصول فقہ میں: ''الورقات'' امام جوینی کی، پھر ''روضۃ الناظر'' امام ابن قدامہ کی پڑھائی جاتی ہے۔ رحمہما اللہ

اور فرائض میں: ''الرحبیۃ'' مع شروح، اور ''الفوائد الجلیۃ''۔

اور تفسیر میں: ''تفسیر ابن کثیر'' امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی۔

اور اصول تفسیر میں: ''المقدمۃ'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی۔

اور سیرت میں: ''مختصر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی، اور اس کی ''اصل'' امام ابن ہشام کی، اور ''زاد المعاد'' امام ابن القیم رحمہم اللہ کی۔

اور عربی زبان میں: عربی اشعار کا اہتمام جیسے ''المعلقات السبع'' اور امام فیروز آبادی کی ''القاموس'' کا مطالعہ۔

اسی طرح مختلف فنون کے حصول کے مراحل میں۔

اسی کے ساتھ ساتھ لوگ مطولات (بڑی بڑی کتابوں) کو بھی پورا پورا پڑھ ڈالتے تھے، جیسے ''تاریخ ابن جریر'' اور ''تاریخ ابن کثیر'' اور ان دونوں کی تفسیریں۔ ایسے ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ اور ائمۂ دعوت کی کتابوں اور ان کے فتاوؤں بالخصوص عقائد میں ان کی دوٹوک اور فیصلہ کن تحریروں پر ترکیز کرتے تھے۔

اس طرح سلف صالحین کے اوقات طلب علم اور علمی مجلسوں سے آباد رہا کرتے تھے، چنانچہ صلاۃ فجر سے لیکر چاشت کے وقت تک، پھر صلاۃ ظہر سے کچھ پہلے قیلولہ ہوتا تھا، اسی طرح پنجوقتہ نمازوں کے بعد بھی دروس منعقد ہوا کرتے تھے۔ اور یہ سیکھنے سکھانے والے (علماء

وطلبہ) سلف صالحین رحمہم اللہ کے منہج کے مطابق طرفین کا باہم حد درجہ ادب و احترام کیا کرتے تھے اور ان کی عزت نفس کا بڑا لحاظ وخیال رکھتے تھے، اسی لئے انہیں منزل مقصود تک پہنچنے کی توفیق ملی اور ان میں سے ایک جم غفیر علم کے باب میں ائمہ کی فہرست میں شمار ہوئی، والحمدللہ رب العالمین۔

تو بھلا کیا طلب علم کی اصلیت اور روحانیت کی طرف دوبارہ پلٹنے کی کوئی صورت ہے؟ کہ تیار شدہ مذکرات اور نوٹس کے بجائے معتبر مختصرات پڑھے پڑھائے جائیں اور صرف فہم پر اعتماد کرنے کے بجائے انہیں حفظ کیا جائے!! کہ طلبہ پوری طرح ضائع ہوتے جارہے ہیں نہ حفظ باقی رہ گیا ہے نہ فہم؟؟

جبکہ سلف صالحین کے نقش قدم کی پیروی اس وقت ہوسکتی ہے جب تلقین (زبانی تعلیم) دھوکہ، آمیزش وملاوٹ اور میل کچیل سے خالی ہو؟؟ اللہ ہی مددگار ہے۔

حافظ عثمان بن خرزاذ (وفات ۲۸۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]:

"صاحب حدیث میں پانچ خوبیاں ہونی چاہئیں، اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وہ نقص ہے: عمدہ عقل، دین، ضبط (یادداشت اور قوت حافظہ)، اپنے فن کی مہارت، اور اسی کے ساتھ امانت داری جس سے اس کی شناخت ہو"۔

میں (یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: امانت دین کا حصہ ہے، اور ضبط مہارت ولیاقت میں داخل ہے، اسی لئے حافظ حدیث میں جو چیزیں پائی جانی چاہئیں وہ یہ ہیں: کہ وہ متقی ہو، ذہین ہو، نحوی (زبان عربی کے قواعد کا جاننے والا) ہو، لغوی (عربی زبان کا عالم) ہو، پاکیزہ اور نیک ہو، حیادار اور باغیرت ہو، سلفی ہو، اپنے ہاتھوں سے دوسو جلدیں لکھنے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۳/ ۳۸۰)۔

کے قابل ہو، اور احادیث کے معتبر دواوین سے پانچ سو جلدیں حاصل کر لینے کا اہل ہو، نیز یہ کہ خالص نیت اور تواضع کے ساتھ مرتے دم تک علم حاصل کرنے سے تھکنے، اکتانے، اور ہمت ہارنے والا نہ ہو، بصورت دیگر اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے"۔

⑰ علماء ومشائخ سے علم حاصل کرنا:

طلب علم میں اصل یہ ہے کہ تلقین اور اساتذہ کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے، علماء ومشائخ سے ہم کلام ہوا جائے، اور لوگوں کی زبانوں سے سن کے علم لیا جائے، نہ کہ براہ راست صحیفوں اور کتابوں سے کسب علم کیا جائے۔ کیونکہ پہلی صورت نسب والے کا بلا واسطہ نسب والے سے علم حاصل کرنے کے قبیل سے ہے اور وہ استاذ اور معلم ہے، رہی دوسری صورت کتاب سے علم حاصل کرنے کی تو وہ ایک جامد شے ہے اس میں نسب سے اتصال کہاں ہے؟؟

اور کہا جا چکا ہے: "جو علم میں تنہا داخل ہوتا ہے؛ تنہا ہی نکلتا ہے"[1]؛ یعنی جو استاذ کے بغیر علم حاصل کرنا چاہتا ہے بلا علم ہی واپس لوٹتا ہے؛ کیونکہ علم ایک صنعت اور کاریگری ہے اور ہر صنعت کا ایک صانع اور کاریگر ہوا کرتا ہے، لہٰذا اس کاریگری کو اس کے ماہر استاذ ہی سے سیکھنا اور حاصل کرنا ضروری ہے۔

اس بات پر اہل علم کا تقریباً اجماع ہے، سوائے علی بن رضوان مصری طبیب (وفات ۴۵۳ھ) جیسے کسی شاذ کے، کہ ان پر ان کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے رد کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کی سوانح میں رقمطراز ہیں[2]:

① الجواہر والدرر، از امام سخاوی (۱/ ۵۸)۔

② سیر أعلام النبلاء، (۱۸/ ۱۰۵)۔ نیز دیکھئے: شرح الاحیاء (۱/ ۶۶)، وبغیۃ الوعاۃ (۱/ ۲۸۶،۱۳۱)، شذرات الذہب (۵/ ۱۱)، والغنیۃ از قاضی عیاض، (ص: ۱۶-۱۷)۔

''ان کا کوئی شیخ نہیں تھا، بلکہ وہ کتابوں سے علم حاصل کرنے میں مشغول رہے، اور کتابوں سے حصول صناعت (کوئی علم وفن) کے سلسلہ میں ایک کتاب بھی تصنیف کی اور یہ بتلانے کی کوشش کی کہ کتابوں سے علم حاصل کرنا علماء سے کسب فیض کرنے سے زیادہ موزوں اور مناسب ہے، حالانکہ یہ غلط ہے''۔

امام صفدی رحمہ اللہ نے ''الوافی'' میں ان پر تفصیلی رد کیا ہے، اور ان سے امام زبیدی رحمہ اللہ نے ''شرح الاحیاء'' میں کئی علماء کا رد نقل کیا ہے جنہوں نے اس بات کے متعدد اسباب ووجوہات بیان فرمائے ہیں؛ اسی میں امام ابن بطلان کا یہ بھی قول ہے جو انہوں نے ان کی تردید میں کہا ہے[1]:

''چھٹی بات: یہ ہے کہ کتاب میں کچھ چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو علم کی راہ میں رخنہ ہوتی ہیں جبکہ وہ باتیں ایک استاذ اور معلم میں نہیں پائی جاتیں، جیسے زبان سے نہ بولنے کی صورت میں تصحیف کے سبب حروف میں اشتباہ، نگاہ خطا کر جانے کے سبب ہونے والی غلطی، اعراب کے سلسلہ میں کم تجربہ، یا موجود اعراب میں فساد وخلل اور کتاب کا قابل اصلاح ہونا، کچھ ایسا لکھ لینا جو پڑھا نا جائے، اور کچھ ایسا پڑھ لینا جو لکھا نہ ہو، صاحب کتاب کا مذہب، نسخہ کی بوسیدگی، نسخہ کاردی ہونا، پیراگرافوں کے درمیان پڑھنے والے کا کچھ اضافہ کر دینا، تعلیم کے مبادی کا خلط ملط، اس علم وفن کے بعض اصطلاحی الفاظ کا ذکر، بعض یونانی الفاظ، جس کی نقل کرنے والے نے لغوی شرح نہ کی ہو، جیسے نوروس، تو یہ ساری چیزیں علم کی راہ میں رکاوٹ ہیں''۔

امام صفدی فرماتے ہیں: اسی لئے علماء کہتے رہے ہیں کہ: علم کسی صحفی یا مصحفی سے نہ لیا کرو؛ یعنی جس نے مصحف سے قرآن پڑھا ہو اُس سے قرآن نہ سیکھو، اور جس نے صحیفوں،

---

[1] شرح الاحیاء، (۱/ ۶۶)۔

کتابوں اور کاغذوں سے علم حاصل کیا ہو اس سے حدیث وغیرہ کا علم نہ لو۔۔۔۔"۔

اور ابن رضوان کے نظریہ کے باطل ہونے پر ظاہری اور عملی دلیل بھی موجود ہے: کہ مختلف زمانوں، ادوار اور علوم و معارف کے اختلاف کے باوجود آپ ہزاروں لوگوں کی سیرت و سوانح کو دیکھتے ہیں کہ وہ اساتذہ و شاگردان کے ناموں سے بھرے پڑے ہیں، ان میں کسی میں کچھ کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ، اور اگر آپ کو بکثرت اساتذہ والوں کے کچھ نمونے دیکھنا ہو' جن میں سے بعض کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے' تو "الاسفار" میں "العزاب" کا مطالعہ فرمائیں۔

امام ابوحیان محمد یوسف اندلسی (وفات: ۷۴۵ھ)[1] کے یہاں ابن مالک کا ذکر ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے' ان کے اساتذہ کہاں ہیں؟"

اور ولید فرماتے ہیں[2]: امام اوزاعی کہا کرتے تھے: یہ علم بڑا محترم تھا جسے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سیکھا کرتے تھے' لیکن جب کتابوں میں داخل ہو گیا تو اس میں نااہل بھی گھس پیٹھ کرنے لگے۔

بعینہ اسی طرح امام ابن المبارک نے امام اوزاعی سے بھی روایت کیا ہے۔ رحمہما اللہ

اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صحیفوں سے اور اجازہ کے ذریعہ علم حاصل کرنے میں نقص و خلل واقع ہوتا ہے' خاص طور سے اس دور میں جب نقطے اور اعراب وغیرہ نہیں تھے، جس کے نتیجہ میں لفظ بدل جاتا تھا جس سے معنیٰ میں تبدیلی ہو جایا کرتی تھی، جبکہ لوگوں کی زبانوں سے علم حاصل کرنے میں اس قسم کی غلطیاں واقع نہیں ہوتیں، اسی طرح حافظہ سے بیان کرنے

---

① مقدمہ تحقیق کتاب الغنیۃ از قاضی عیاض، (ص: ۱۶-۱۷)۔

② سیر اعلام النبلاء، (۴/ ۱۱۴)۔

میں بھی وہم واقع ہو جایا کرتا ہے برخلاف تصحیح وتنقیح شدہ کتاب سے روایت کرنے سے''۔

امام ابن خلدون نے اس سلسلہ میں بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ''مقدمہ'' میں مذکور ہے [1]۔

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

من لم يشافه عالماً بأصوله　　　فيقينه في المشكلات ظنون

جو اپنی اصل کتاب لے کر کسی عالم کے روبرو بیٹھ کر علم حاصل نہیں کرتا' مشکلات اور دشواریوں میں اس کا یقین بھی وہم وگمان ہوتا ہے۔

اور امام ابوحیان اکثر یہ اشعار گنگنایا کرتے تھے:

يظن الغمر أن الكتب تهدى　　　أخـــاً فهم لإدراك العلوم

وما يدرى الجهول بأن فيها　　　غوامـــض حيرت عقل الفهيم

إذا رمت العلوم بغير شيـخ　　　ضللت عـن الصراط المستقيم

وتلتبس الأمور عليـك حتى　　　تصير أضل من "توما الحكيم"

نادان اور کم عقل نے گمان کر رکھا ہے کہ سمجھدار کو کتابیں ہی حصول علم کی رہنمائی کر دیتی ہیں، جاہل کو اتنا پتہ نہیں کہ ان میں ایسی پیچیدہ باتیں بھی ہوتی ہیں جو سمجھدار کی عقل کو حیران کر دیتی ہیں۔ اگر تم بلا استاذ علم حاصل کرنا چاہو گے تو صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ گے' اور مسائل تم پر اس حد تک گڈ مڈ ہو جائیں گے کہ تم حکیم کے توما (نامی گدھے) سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (۴/ ۱۲۴۵)۔

تیسری فصل:

استاذ کے ساتھ طالب علم کے آداب

⑱ استاذ کا ادب واحترام:

چونکہ علم ابتداءً کتابوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ کوئی استاذ ہونا ضروری ہے جس کے ذریعہ آپ علم کی کنجیاں مضبوط کر سکیں، تاکہ خطا اور لغزش سے محفوظ رہ سکیں؛ اس لئے اپنے آپ کو استاذ کا ادب واحترام بجالانے کی خوبی سے آراستہ کریں؛ کیونکہ یہ صفت فلاح وکامرانی، حصول علم اور توفیق الٰہی کی علامت ہے، لہٰذا آپ کے یہاں اپنے استاذ کی خوب عزت، ہیبت، ادب واحترام اور اس کے تئیں نرمی اور ملائمت ہونی چاہیے۔ اس لئے اپنے شیخ کے ساتھ بیٹھنے، گفتگو کرنے، سلیقہ سے پوچھنے اور سننے، اس کے سامنے کتاب کھولنے، نیز کتاب کے ساتھ، اور اُس کے سامنے زبان درازی اور جھگڑا تکرار نہ کرنے، گفتگو اور چلنے وغیرہ میں اس سے آگے نہ بڑھنے، یا اس کے سامنے کثرت کلام، یا اس کی بات اور درس کے دوران اپنی بات کی دخل اندازی، یا جواب کے لئے بے جا اصرار، اسی طرح کثرت سوال سے اجتناب بالخصوص مجلس اور حاضرین کی موجودگی میں، وغیرہ میں تمام آداب بجالاؤ، کیونکہ یہ چیزیں تمہارے لئے خسارہ، دھوکہ اور استاذ کے لئے اکتاہٹ کا سبب ہیں۔

اپنے استاذ کو صرف اس کے نام یا لقب سے مت پکارو، مثلاً ''اے شیخ فلاں!'' نہ کہو، بلکہ کہو ''اے میرے شیخ!'' یا ''اے ہمارے شیخ'' لہٰذا اُس کا نام نہ لو، کیونکہ یہ بڑے ادب

واحترام کی بات ہے، نہ ہی اُسے تائے خطاب (یعنی تو، تم وغیرہ) سے مخاطب کرو، نہ ہی بلا کسی مجبوری کے اُسے دُور سے چلا کر آواز دو۔

غور کرو کہ اللہ تعالی نے اپنے فرمان میں انسانیت کے معلم خیر ﷺ کے ساتھ کس ادب واحترام کی رہنمائی فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور: ٦٣]۔

اپنے درمیان رسول ﷺ کو ویسے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو۔

جیسے آپ کا اپنے حقیقی باپ کو ''اے فلاں'' یا ''اے میرے ابا فلاں'' کہہ کر بلانا مناسب نہیں اُسی طرح آپ کے استاذ کے ساتھ بھی یہ انداز مناسب نہیں۔

اور مجلس کا وقار لازم پکڑو نیز درس سے اپنی خوشی ومسرت اور اس کی افادیت کا اظہار کرو۔

اور اگر شیخ سے کوئی لغزش یا وہم ہو جائے تو اس کے سبب تمہاری نگاہ میں اس کی اہمیت کم نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہ اس کے علم سے تمہاری محرومی کا باعث ہوگا، اور ایسا کون ہے جو خطا اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے؟

اپنے شیخ کو اُلجھن میں مبتلا کرنے والے معاملات سے احتراز کرو، اور اسی قبیل سے وہ معاملہ بھی ہے جسے جدید لوگ ''اعصابی جنگ''[1] کے نام سے جانتے ہیں؛ بایں معنیٰ کہ شیخ کی علمی صلاحیت اور اس کے صبر وتحمل کا امتحان لیا جائے۔

اور اگر تمہیں کسی دوسرے شیخ کی طرف منتقل ہو کر اس سے علم حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو

---

[1] معجم التراکیب، از احمد ابوسعید، (ص: ۲۸۳)، نو مولود ترکیب ہے۔

اپنے اِس شیخ سے اجازت لے لو، کیونکہ ایسا کرنا اس کے ادب واحترام اور اس کے دل میں تمہاری محبت وشفقت کا باعث ہوگا۔

اس کے علاوہ وہ دیگر تمام آداب جنہیں دینی باپ کی حیثیت سے اپنے شیخ کا حق ادا کرنے والا ہر باتوفیق ومبارک شخص طبعی وفطری طور پر جانتا ہے، یا جسے بعض قوانین ''ادبی شیر خارگی''[1] کا نام دیتے ہیں، جبکہ بعض علماء کا اسے ''دینی پدر'' (روحانی باپ) کہنا اس سے زیادہ موزوں ہے لیکن اسے چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہے۔

نیز معلوم ہونا چاہئے کہ کامیابی وکامرانی اسی قدر ہاتھ آئے گی جس قدر شیخ کا ادب واحترام بجا لایا جائے گا اور شیخ کا ادب واحترام جس قدر رفوت ہوگا اسی قدر وہ پستی ونامرادی کی علامت ہوگی۔

ایک اہم تنبیہ:

میں تمہارے لئے عجمیوں، صوفیوں اور گئے گزرے بدعتیوں وغیرہ کے رویہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں: یعنی شرعی آداب کے خلاف خضوع، پستی اور جھکاؤ سے، مثلاً استاذ کا ہاتھ چاٹنا، کندھوں کو بوسہ دینا، سلام کرتے وقت دائیں ہاتھ کو دائیں اور بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جیسے بڑے لوگ بچوں سے شفقت و پیار کرتے ہیں، اسی طرح سلام کرتے وقت جھکنا اور ذلت آمیز نرم الفاظ استعمال کرنا: جیسے سیدی، مولای (میرے آقا، میرے مولا) وغیرہ غلاموں اور خدمت گاروں کے الفاظ استعمال کرنا۔

نیز علامہ شیخ محمد بشیر ابراہیمی جزائری سلفی (وفات ۱۳۸۰ھ) رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے ''البصائر'' میں فرمایا ہے، کیونکہ وہ بیان سے بالاتر ہے[2]۔

---

① مقاصد الشریعہ، از علال فاسی ص (۳۳)۔

② آثار الشیخ محمد بشیر ابراہیمی جزائری، (۴/ ۳۰-۳۲)۔

⑲ اے طالب علم تیرا استاذ ہی تیرا اصل سرمایہ ہے:

یعنی استاذ کے نیک اخلاق اور شمائل کریمانہ کا قدوہ، نمونہ اور آئیڈیل! رہا حصول علم اور معلومات کی فراہمی تو وہ ایک اضافی نفع (بونس) ہے۔ لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ تم اپنے استاذ کی محبت میں اس قدر اتر جاؤ کہ عیب کی حد تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو جب کہ تمہیں دیکھنے والا ہر شخص اس چیز کو محسوس کرلے لہٰذا اپنے شیخ کی آواز اور نغمہ میں تقلید نہ کرو نہ ہی چال ڈھال، حرکت اور حالت وکیفیت میں؛ کیونکہ تمہارا استاذ ان چیزوں کی بدولت باعزت ہوا ہے لہٰذا تم ان چیزوں میں اس کی تقلید یا نقالی کر کے اپنے آپ کو نہ گراؤ۔

⑳ درس میں شیخ کی نشاط اور چستی:

درس میں استاذ کی نشاط اور چستی اسی قدر ہوتی ہے جس قدر طالب علم اپنے شیخ کے درس کو بغور سنتا ہے، دلجمعی کا ثبوت دیتا ہے اور اس کے احساسات کا ساتھ دیتا ہے، لہٰذا دیکھنا سستی، کاہلی، تن آسانی اور ذہن کے دوسری طرف میلان اور کوتاہی وغیرہ کے ذریعہ اپنے استاذ کے علم کو ضائع کرنے کا سبب نہ بننا۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

''فائدہ کا حق یہ ہے کہ اسے اس کے خواہشمندوں ہی کو پہنچایا جائے، اور اسی کو پیش کیا جائے جسے اس میں شوق اور دلچسپی ہو، لہٰذا جب محدث سننے والے میں کچھ سستی اور بے توجہی دیکھے تو اسے چاہئے کہ خاموش ہو جائے، کیونکہ بعض ادباء نے کہا ہے: بولنے والے کی

---

[1] الجامع، (۱/ ۳۳۰)۔

چستی سننے والے کے فہم کے مطابق ہوتی ہے"۔

پھر اپنی سند سے زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "عبداللہ فرماتے ہیں: لوگوں کو اسی وقت تک حدیثیں سناؤ جب تک وہ ٹکٹکی باندھ کر تمہیں دیکھ رہے ہوں، اور جب تم ان میں کوئی سستی دیکھو تو سنانا چھوڑ دو"۔

(۲۱) درس و مذاکرہ کی حالت میں شیخ کی باتیں لکھنا:

یہ چیز اساتذہ کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے لہٰذا اسے اچھی طرح سمجھ لیں۔

اس میں ایک ادب اور ایک شرط ملحوظ رکھنی چاہیے:

ادب یہ کہ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کو بتلا دیں کہ آپ لکھیں گے یا جو آپ نے مذاکرہ کے دوران سنا ہے اسے لکھ لیا ہے۔

اور شرط یہ ہے کہ آپ اشارہ کر لیں کہ یہ چیزیں آپ نے درس میں اپنے استاذ سے سن کر لکھی ہیں[1]۔

(۲۲) مبتدع (بدعتی) سے علم حاصل کرنا:

جہالت کے باپ "بدعتی" سے بچو جسے عقیدہ کی گمراہی چھو گئی ہو، اور خرافات کے بادلوں نے گھیر لیا ہو، جو خواہش نفس کو حاکم اور فیصل قرار دے اور اسے عقل و دانش اور لاجک کا نام دے اور نص سے اعراض کرے، ارے کیا نص ہی میں عقلی گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہے؟ کہ ضعیف کو خوب مضبوطی سے تھام لے اور صحیح سے دور جا رہے، انہیں "اہل شبہات"[2]،

---

① الجامع، (۲/ ۳۶-۳۸)۔

② الجامع، (۱/ ۱۳۷)۔

اور ”اہل اھواء“ بھی کہا جاتا ہے، اسی لئے امام عبد اللہ بن المبارک [1] رحمہ اللہ بدعتیوں کو ”اصاغر“ (نہایت چھوٹے، گئے گزرے) کا نام دیتے تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2]:

جب تم عقل پرست بدعتی کو یہ کہتے ہوئے دیکھو کہ: بھئی کتاب اور حدیثیں چھوڑو، ہمارے سامنے عقل پیش کرو، تو جان لو کہ وہ ابو جہل (جہالت کا باپ) ہے، اور جب صوفی توحیدی (وحدۃ الوجودی) کو یہ کہتے دیکھو کہ: ہمارے سامنے عقل و نقل (کتاب و سنت) نہ پیش کرو، ذوق اور وجدان پیش کرو؛ تو سمجھ لو کہ وہ ابلیس ہے جو انسان کی شکل میں آگیا ہے یا یہ کہ اس میں حلول کر گیا ہے، لہٰذا اگر اپنے آپ کو اس کے مقابل بزدل پاؤ تو بھاگ جاؤ ورنہ اُسے پچھاڑ دو اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھو، اور اُس پر آیۃ الکرسی پڑھ دو، اور اس کا گلا گھونٹ کر رکھ دو“۔

مزید فرماتے ہیں [3]: ”میں نے شیخ موفق کے قلم سے لکھا ہوا پڑھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے بھائی ابو عمر کے ساتھ ابن ابی عصرون کا درس سنا، اور ان سے بے تعلق ہو گئے، پھر میں نے اپنے بھائی کو کہتے ہوئے سنا: کہ میں اُن کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے مجھ سے قطع تعلق کیوں کر لیا؟ تو میں نے کہا: کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ اشعری ہیں، تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں اشعری نہیں ہوں۔ یہ حکایت کا معنیٰ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں [4]:

---

[1] کتاب الزھد از ابن المبارک، (٦١)، نیز دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث (٦٩٥)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (٤/ ٤٧٢)۔

[3] سیر أعلام النبلاء، (٢١/ ١٢٩)۔

[4] جیسا کہ سیر أعلام النبلاء، (٨/ ٦١) میں ہے۔

"چار قسم کے لوگوں سے علم نہیں لیا جائے گا:

ا۔ بے وقوف: جو کھلی حماقت و نادانی کرے خواہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ بدعتی: جو اپنی خواہشات نفسانی کی دعوت دے۔

۳۔ جو لوگوں سے گفتگو میں جھوٹ بولے: اگرچہ میں نے اُسے حدیث میں جھوٹ سے متہم نہ پایا ہو۔

۴۔ وہ صالح اور عبادت گذار فاضل شخص: جسے وہ چیزیں یاد نہ ہوں جو وہ بیان کر رہا ہو"۔

لہٰذا اے طالب! اگر تمہیں اپنے معاملے میں وسعت اور اختیار ہو تو کسی بدعتی سے علم نہ لینا: یعنی رافضی، یا خارجی، یا مرجی، یا قدری (تقدیر کے منکر) یا قبر پرست وغیرہ سے علم حاصل نہ کرنا۔۔۔؛ کیونکہ جب تک تم بدعتیوں اور ان کی بدعات سے قطع تعلق نہ کرلو ہرگز ان لوگوں کا مقام نہیں پاسکتے جو دین میں صحیح العقیدہ ہوں، اللہ سے ان کا تعلق مضبوط اور پائیدار ہو، وہ صواب دیدہ اور سنت واثر کے پیروکار ہوں۔

سیر وسوانح اور اعتصام بالسنہ کی کتابیں اہل سنت کی بدعت سے نفرت، نیز بدعتیوں سے دوری ولاتعلقی کے واقعات سے بھری پڑی ہیں جیسے ایک صحت مند شخص خارش زدہ مریض سے دور بھاگتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل سنت کے بے شمار قصص اور واقعات ہیں جن کی شرح طوالت کا باعث ہوگی [1]۔ البتہ یہاں اس بارے میں چند بنیادی تحریروں کی طرف اشارہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں:

چنانچہ سلف صالحین رحمہم اللہ بدعتیوں کی توہین وتحقیر کرنا، اور بدعتی اور اس کی بدعت کی

---

[1] راقم کے رسالہ "ہجر المبتدع" میں اس مسئلہ میں اہم اصول درج ہیں۔

تردید وانکار کرنا باعث اجر وثواب سمجھتے تھے، نیز بدعتیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ان سے مشورہ کرنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے سے روکتے اور چوکنا کرتے تھے، چنانچہ (دوری کے سبب) کسی سنی اور بدعتی کے چولہے کی آگ دکھائی نہ دیتی تھی۔

اور بعض سلف تو بدعتی کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے، خود علامہ شیخ محمد بن ابراہیم (وفات ۱۳۸۹ھ) رحمہ اللہ کو بدعتی کی نماز جنازہ سے پیچھے ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

اور بعض سلف بدعتیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے، اور ان کی بدعتیں بیان کرنے سے بھی روکتے تھے کیونکہ انسانی دل کمزور ہیں اور شبہات اچک لینے والے ہیں۔

سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ بدعتی کے لئے اضطراری صورت میں بھی مردار کھانے کے جواز کے قائل نہ تھے؛ کیونکہ وہ باغی ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ﴾ [البقرة: ۱۷۳]۔

البتہ جو مجبور ہو جائے بشرطیکہ بغاوت کرنے والا نہ ہو، اور نہ حد سے گزرنے والا۔

اور بدعتی اپنی بدعت کے ذریعہ بغاوت کرنے والا ہے [1]۔

نیز سلف بدعتیوں کو اپنی مجلسوں سے دھتکار دیا کرتے تھے، جیسا کہ استواء الٰہی کی کیفیت سے متعلق سوال کرنے والے کے ساتھ امام مالک رحمہ اللہ کے واقعہ میں ہے، اور اس میں اُن کے مشہور ومعروف جواب کے بعد ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا: **"میرا خیال ہے کہ تم بدعتی ہو"** اور پھر آپ نے حکم دیا، چنانچہ اسے وہاں سے نکال بھگایا گیا۔

الغرض بدعتیوں سے نفرت اور ان کا بائیکاٹ کرنے کی بابت سلف کے واقعات بکثرت

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۲۸/ ۲۱۸)، ملاحظہ فرمائیں، بڑی اہم بات ہے۔

ہیں، تاکہ ان کے شر سے بچاؤ ہو، ان کی بدعتوں کے پھیلنے پر لگام لگے، اور ان کی دل شکنی ہو تاکہ وہ بدعات کی نشر واشاعت سے کمزور ہو جائیں، اور اس لئے بھی کہ ایک متبع سنت کا بدعتی کے ساتھ رہنا سہنا مبتدی طالب علم اور عام آدمی کے نزدیک اُس کا تزکیہ ہے۔ اور عامی ''عمی'' (یعنی اندھے پن) سے مشتق ہے، اور اندھا آدمی عام طور پر اپنے رہبر کے ہاتھ کے سہارے پر ہوتا ہے۔

مصطلح، آداب طلب علم اور احکام جرح وتعدیل وغیرہ کی کتابوں میں ہمیں اس سلسلہ میں بہت سارے واقعات نظر آتے ہیں [1]۔

لہذا اے طالب علم! سلف کے نقش قدم پر رہ کر سلفی بنو، اور بدعتیوں سے چوکنا رہو کہ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، کیونکہ وہ اچکنے اور جھپٹنے کی راہیں بناتے اور ہموار کرتے ہیں، اور عسل (شہد) جیسی شیریں گفتگو - حالانکہ وہ ''عسل'' شہد نہیں بلکہ اس کا الٹا ''لسع'' ڈسنا اور ڈنک مارنا ہوتا ہے - زار وقطار آنسو، حسین لباس، افکار وخیالات کی برانگیختگی، کرامات کی دھونس، ہاتھوں کی چٹائی اور کندھوں کی چومائی وغیرہ کے ذریعہ انہیں اپنا گرویدہ اور غلام بناتے ہیں۔۔۔ حالانکہ اس کے پیچھے بدعت کی آگ اور فتنہ کے شعلہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا، وہ تمہارے دل میں اس کی آبیاری کرتا ہے اور تمہیں اپنے دام فریب میں پھانستا ہے!! اللہ کی قسم! ایک اندھا اندھوں کی قیادت ورہنمائی کبھی نہیں کرسکتا!!!

رہا علمائے سنت سے حصول علم کا معاملہ تو - اللہ آپ کو نیک توفیق بخشے - پوچھے بغیر شہد

---

[1] بطور مثال: الجامع، از خطیب بغدادی، (باب: تحجیر الشیوخ إذا تباینت أوصافھم)، (۱/ ۱۲۷)، وکتاب: مناہج العلماء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، از سامرائی، ص (۲۱۵-۲۵۵)، یہ بڑی اہم کتاب ہے، نیز راقم کی کتاب ''الاسفار'' کے (التحول المذہبی) میں ان کے ساتھ گھلنے ملنے کے آثار کی بابت بھی مثالیں موجود ہیں۔

چاٹ لو، تاکہ میراث نبوت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوسکو، بصورت دیگر دین کی بابت رونے والا روتا رہے۔

اور جو کچھ میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے وہ وسعت و اختیار کی حالت میں ہے، ورنہ اگر آپ نظامی تعلیم سے منسلک ہوں جس میں آپ کو کوئی اختیار نہ ہو، تو اس سے چوکنا رہو، ساتھ ہی اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو، اور طلب علم سے پیچھے نہ ہٹو، ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا کرنا کہیں یوم کارزار سے فرار اختیار کرنے کے قبیل سے نہ ہو جائے۔ لہذا تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ تم اس کے معاملہ سے آگاہ رہو، اس کے شر سے بچتے رہو اور اس کا پردہ فاش کرتے رہو۔

اور ایک پرلطف بات یہ ہے کہ ابو عبد الرحمن مقریٔ نے ایک مرجیٔ سے حدیث بیان کردی، تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ مرجیٔ سے حدیث کیوں لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''میں تمہیں ہڈیوں سمیت گوشت فروخت کر رہا ہوں''①۔

چنانچہ امام مقریٔ رحمہ اللہ نے کسی قسم کے دھوکہ، غرر یا جہالت کے بغیر حدیث بیان فرمائی، کیونکہ انہوں نے وضاحت سے کہہ دیا کہ ''وكان مرجئاً'' (وہ مرجیٔ تھے)۔

اور میں نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے عقیدے عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے قواعد میں سے ہے، اور ان میں سے کچھ باتیں شیخ الاسلام ابوعثمان اسماعیل بن عبد الرحمن الصابونی رحمہ اللہ (وفات: ۴۴۹ھ) کی کتاب ''العقيدة السلفية'' میں مرقوم ہیں، علامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں②:

---

① الجامع، از خطیب بغدادی (۱/ ۲۲۴)۔

② دیکھئے: ص (۱۰۰)۔

''اہل سنت اہل بدعت سے نفرت کرتے ہیں جنہوں نے دین میں ایسی باتیں ایجاد کر دی ہیں جو اس میں سے نہیں ہیں، نہ وہ اُن سے محبت کرتے ہیں، نہ ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں، نہ ان کی باتیں سنتے ہیں، نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، نہ دین میں ان سے جھگڑتے اور بحث و جدال کرتے ہیں، نہ ان سے مناظرہ کرتے ہیں، بلکہ ان کا یہ خیال ہے کہ اپنے کانوں کو ان کے باطل کے سننے سے محفوظ رکھا جائے، کیونکہ جب وہ باتیں کانوں سے گزرتی ہیں اور دلوں میں اترتی اور جگہ بنالیتی ہیں تو نقصان پہنچاتی ہیں اور انہیں فاسد خیالات اور وسوسوں سے بھر دیتی ہیں، اور اسی سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ [الأنعام:٦٨]۔

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔''

اور سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ ایک شخص جس کا نام صبیغ تھا' مدینہ آیا اور لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں پوچھنے لگا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور اس (کی پٹائی) کے لئے کھجور کی ٹہنیاں پہلے سے منگوا لی، چنانچہ اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں عبد اللہ صبیغ ہوں، انہوں نے کھجور کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اٹھا کر اُسے اتنا مارا کہ اس سے خون جاری ہوگیا، پھر اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوگیا، پھر دوبارہ اس کی پٹائی کی، اور پھر چھوڑ دیا یہاں تک کہ ٹھیک ہوگیا، اس کے بعد پھر اسے پٹائی کے لئے بلایا گیا، تو وہ کہنے لگا: اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو بحسن وخوبی قتل کر دیں، چنانچہ انہوں

نے اُسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دیدی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن میں خط لکھا کہ کوئی مسلمان اس کے ساتھ نہ بیٹھے۔ اسے امام دارمی نے روایت کیا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ وہ خوارج کی رائے سے متہم تھا۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب ''الاذکار'' میں عنوان قائم کیا ہے:

''اہل بدعات ومعاصی سے براءت وبیزاری کا بیان''۔

اور اس کے تحت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے:

''إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ'' (متفق علیہ)۔

رسول اللہ ﷺ نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورت سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: انہوں نے قدریہ (منکرین تقدیر) سے اظہار بیزاری فرمایا ہے۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے[1]۔

اور بدعتی کے بائیکاٹ کرنے کا مسئلہ مصلحتوں کی رعایت اور اس میں اضافہ وبڑھوتری اور مفاسد کے ازالہ اور اس کی کمی پر مبنی ہے، اسی پر اس کی مشروعیت وعدم مشروعیت کا دارو مدار ہے؛ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مختلف جگہوں پر اس کا خلاصہ فرمایا ہے[2]۔

اور بدعتی حضرات اُسی وقت بڑھتے، پنپتے اور پھلتے پھولتے ہیں جب علم کم ہو جائے اور جہالت کا دور دورہ ہو جائے۔

انہی کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

① مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۲/ ۵،۱۳۲/ ۱۴،۱۱۹/ ۳۵۹--۳۶۰،۳۶/ ۱۱۸) میں اہم مباحث ملاحظہ فرمائیں۔

② مثال کے طور پر: مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۲۸/ ۲۱۳،۲۱۶-۲۱۸) ملاحظہ فرمائیں۔

''اس قسم کے لوگوں (بدعتیوں) کی کثرت، شہرت اور غلبہ اسی وقت ہوتا ہے جب جاہلیت اور جاہلیت والوں کی کثرت ہو جائے، اور منہج نبوت و رسالت کے علماء اور اس کے پیروکاروں میں سے کوئی نہ ہو جو ضلالت کی تاریکیوں کو مٹانے والی اتباع سنت کی تابندہ کرنیں بکھیرے، اور اس کے برخلاف جھوٹ، شرک اور قوت و تصرف کی قلعی کھول کر رکھ دے''۔

لہٰذا جب علم میں تمہارا بازو مضبوط ہو جائے تو حجت و برہان اور بیان کی زبان سے بدعتی اور اس کی بدعت کو نیست و نابود کر دو۔ والسلام

چوتھی فصل:

ہم سبقی کے آداب

(۲۳) بُرے ساتھی سے بچو:

جس طرح جڑ گہرائی میں داخل ہوتی ہے[1] اسی طرح بُرا ادب واخلاق بھی گہرائی میں داخل ہوتا ہے[2]، کیونکہ طبیعت بڑی آوارہ ہوتی ہے اور رجحانات ومیلانات چور ہوا کرتے ہیں، اور لوگوں کی مثال پرندوں کے جھنڈ جیسی ہے، ان کی فطرت میں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا خوب شامل ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی ہم نشینی سے احتراز کرو؛ کیونکہ یہ ہلاکت وبربادی ہے، اور "ٹالنا ازالہ کرنے سے زیادہ آسان ہے"۔

بنابریں دوستی اور ہم سبقی کے لئے ان کا انتخاب کرو جو آپ کے مقصد میں آپ کے معاون ہوں، آپ کو آپ کے رب سے قریب کریں، اور آپ کے نیک ہدف ومقصد میں آپ کے موافق ہوں، اور دوستی کی تقسیم نہایت باریک بینی اور گہرے معیار سے کرو[3]:

۱۔ کسی مفاد ومصلحت کا دوست۔

۲۔ کسی لذت وچاہت کا دوست۔

---

① اس بارے میں ایک موضوع حدیث ہے، اسے العلل المتناہیۃ (۲/ ۱۲۳، ۱۲۷)، اور شرح الاحیاء (۵/ ۳۴۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔

② شرح الاحیاء (۱/ ۷۴)۔

③ محاضرات اسلامیۃ، از محمد الخضر حسین (ص: ۱۲۵-۱۳۶)۔

۳۔ فضیلت اور نیکی کا دوست۔

چنانچہ پہلے دونوں دوست تو اپنے مقصد کے ختم ہوتے ہی جدا ہو جائیں گے، پہلے کا مقصد نفع اٹھانا ہے اور دوسرے کا مقصد لذت اٹھانا ہے۔ باقی رہا تیسرا، تو وہی قابل اعتماد اور معتبر ہے، کیونکہ اس دوستی کا مقصد آپس میں ایک دوسرے کے پاس موجود بھلائیوں اور اچھائیوں کا تبادلہ ہے۔

اور یہ فضیلت کا دوست "بڑی مشکل کرنسی" ہے جو نادر و نایاب ہوا کرتی ہے۔

اور ہشام بن عبدالملک (وفات ۱۲۵ھ) نے ایک نہایت عمدہ بات فرمائی ہے[1]:

"دنیوی لذتوں میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا (سب حاصل ہوگیا) سوائے ایک ایسے بھائی (دوست) کے جس سے مجھے کسی تکلیف و اذیت کا اندیشہ نہ ہو"۔

اور کسی کا ایک لطیف قول منقول ہے[2]:

عزلت (گوشہ نشینی، تنہائی) علم کی عین کے بغیر زلت (لغزش) ہے اور زہد کی زاء کے بغیر علت (بیماری) ہے۔

① طبقات النسابین، ص (۳۱)۔

② العزلة، از امام خطابی۔

پانچویں فصل:

علمی زندگی میں طالب علم کے آداب

(۴۴) علم میں بلند ہمتی:

بلند ہمتی سے آراستہ ہونا اسلام کی خوبیوں میں سے ہے جو آپ کی شخصیت سے پستیوں کا خاتمہ کرنے اور بلندیوں کو جلا بخشنے کا مرکز ہے، آپ کے اعضاء و جوارح کا نگراں ہے۔ بلند ہمتی ان شاء اللہ آپ کے لئے لامتناہی خیر و بھلائی کا سرچشمہ ہوگی تاکہ آپ اوج کمال کے منازل طے کرسکیں، چنانچہ بلند ہمتی آپ کی رگوں میں جرأت و شہامت کا خون دوڑائے گی اور علم و عمل کے میدان میں آپ کو مہمیز دے گی، لوگ آپ کو فضائل کے دروازوں ہی پر دستک دیتا ہوا اور اہم معاملات ہی کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا دیکھیں گے۔ بلند ہمتی کی صفت آپ سے سطحی آرزوئیں اور اعمال سلب کرلے گی، اور آپ کی ذات سے ذلت و رسوائی کا شجر یعنی چاپلوسی و مداہنت جڑ سے کاٹ دے گی، چنانچہ بلند ہمت شخص ڈھارس کا پختہ ہوا کرتا ہے، مواقف اور حالات سے گھبرانے کا نام نہیں لیتا، جبکہ بلند ہمتی سے محروم شخص بزدل اور پسپا ہوتا ہے، عاجزی و درماندگی اس کا منہ بند کردیتی ہے۔

اور دیکھنا کہیں بلند ہمتی اور تکبر کو گڈمڈ کرنے کی غلطی نہ کرنا؛ کیونکہ دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا بارش والے آسمان اور شگاف والی زمین کے مابین فرق ہے۔

بلند ہمتی وارثین انبیاء کی زینت ہے جبکہ کبر و نخوت جابر و ظالم محروموں کا روگ ہے۔

لہذا اے طالب علم! عزم وہمت کی بلندی اپنی پہچان بنالو، اس کے بغیر نہ جیو، کہ شریعت اسلامیہ نے تمہاری زندگی سے وابستہ فقہیات میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ تم ہمیشہ بیدار رہ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ: اس کی ایک مثال پانی نہ ملنے کی صورت میں مکلف کے لئے تیمم کا جائز قرار دینا اور وضو کے لئے پانی کی قیمت کا ہدیہ قبول کرنے کو لازم نہ ٹھہرانا بھی ہے؛ کیونکہ اس میں ایک طرح کا احسان ہے جس سے ہمت مجروح ہوتی ہے!! اسی پر دیگر چیزیں بھی قیاس کرلیں [1]، واللہ اعلم۔

۲۵ طلب علم کی حد درجہ جستجو:

جب آپ کو خلیفہ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بات: "قيمة كل امرىء ما يحسنه" (یعنی ہر شخص کی قیمت اس کا عمدہ کارنامہ ہے) کا علم ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ طلب علم پر ابھارنے والی اس سے زیادہ قیمتی کوئی بات نہیں ہے؛ تو دیکھنا یہ کہنے والے کی غلطی سے بچنا کہ "مَا تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ" (پہلے نے بعد والے کے لئے کچھ نہیں چھوڑا) جبکہ صحیح یہ ہے کہ: "كَم تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ" (پہلے نے بعد والے کے بہت کچھ چھوڑا ہے)!

لہذا میراث نبوت خوب حاصل کرو اور تحصیل علم اور علمی گیرائی کے لئے خوب محنت کرو، اور تمہیں کتنا ہی اونچا علم کیوں نہ ہو جائے، یہ ضرور یاد رکھنا: "كَم تَرَكَ الأَوَّلُ لِلآخِرِ" (پہلے نے بعد والے کے بہت کچھ چھوڑا ہے)!

اور امام خطیب بغدادی کی "تاریخ بغداد" میں احمد بن عبد الجلیل کی سیرت میں اُن کے

[1] السعادة العظمى، از محمد الخضر حسین ص (۷۶-۷۸)۔

ایک قصیدے کے یہ چند اشعار مذکور ہیں:

لا يكون السرى مثل الدنى   لا ولا ذو الذكاء مثل الغبي

قيمة المرء كلما أحسن المر   ء قضاء من الإمـام علي

ترجمہ: نہ پسندیدہ آدمی گھٹیا آدمی کے مثل ہوتا ہے، نہ ہی ذہین وفطین شخص بودے غبی کے مثل، بلکہ ہر انسان کا اچھا کارنامہ ہی اس کی قیمت ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔

(۲۶) حصول علم کے لئے سفر:

''جو شخص طلب علم کے لئے خوب سفر نہیں کرتا وہ طلب علم کے لئے سفر کئے جانے کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتا''[1]۔

لہٰذا جو طلب علم میں مشائخ کی تلاش وجستجو اور ان سے کسب فیض کی دوڑ میں سفر نہیں کرتا طلب علم کے لئے اُس کا سفر کئے جانے کے قابل ہونا بعید ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ علماء جن کا وقت سیکھنے، سکھانے اور ان سے کسب فیض کرنے میں گزرا ہے: اُن کے پاس ایسی تحقیقات، مسائل کا ضبط، علمی نکات اور تجربات ہوتے ہیں جن سے کتابوں کے اوراق کے واسطے سے واقف ہونا دشوار ہوا کرتا ہے۔

اور دیکھنا ناکارہ صوفیوں کی روش پر چلنے سے بچنا جو علم خرق (چیتھڑے کا علم) کو علم ورق (کتابوں کا علم) پر فضیلت دیتے ہیں۔

کسی صوفی سے پوچھا گیا: کیا آپ امام عبدالرزاق سے حدیثیں سننے کے لئے سفر نہیں

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم۔

کرتے؟ تو اس نے جواب دیا: جو براہ راست خلاق (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) سے سنتا ہے وہ عبدالرزاق سے سن کر کیا کرے گا؟!

اور ایک دوسرا صوفی کہتا ہے:

جب لوگ مجھے علم ''ورق'' سے مخاطب کریں گے تو میں ان پر علم ''خرق'' سے غالب ہو جاؤں گا۔

لہٰذا ان لوگوں سے بچ کر رہنا؛ کیونکہ انہوں نے نہ تو اسلام کی مدد کی ہے، نہ ہی کفر کو توڑا ہے بلکہ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اسلام کے لئے آزمائش اور مصیبت بنے رہے ہیں۔

۲۷ علم کی تحریری حفاظت[1]:

علم کی تحریری حفاظت کے لئے کوشش کیجئے، کیونکہ علم کو لکھ کر محفوظ کرنا اسے ضائع ہونے سے بچانا اور ضرورت کے وقت تلاش وجستجو کی مسافت کو مختصر کرنا ہے، بالخصوص ان علمی مسائل میں جو اپنے اصل مراجع کے علاوہ میں ہوا کرتے ہیں، نیز اس کا ایک نہایت اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ پیرانہ سالی اور اعضاء وجوارح کی کمزوری کے وقت وہ آپ کے پاس ایک علمی خزانہ ہو گا جہاں سے آپ بحث وجستجو کی مشقت کے بغیر اپنا مادہ تحریر کر سکیں گے۔

لہٰذا اصل مراجع کے علاوہ میں بکھرے ہوئے علمی فوائد، قیمتی معلومات اور تحقیقی ابحاث کو نوٹ کرنے کے لئے اپنے پاس ایک ڈائری[2] یا مذکرہ بنالیں، اور اگر کتاب کا غلاف بھی

---

① الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/۱۶، ۱۸۳-۱۸۵)۔

② الکُناش: کاف پر پیش اور نون بلاتشدید، بروزن ''غُراب'' (بمعنی کوا) سریانی لفظ ہے، جس کے معنی مجموعہ، اور یادداشت کے ہیں۔ نیز دیکھئے: التراتیب الاداریۃ، (۲/۲۷۰)۔

اس قسم کی چیزوں کو نوٹ کرنے کے لئے استعمال کریں تو بھی بہتر ہے، پھر ان جمع شدہ معلومات کو بعد میں موضوعات کی ترتیب، مسئلہ کے عنوان، کتاب کے نام اور جلد وصفحہ نمبر کے ساتھ ایک مذکرہ میں نقل کرلیں، اور نقل شدہ معلومات پر لکھ دیں ''نقل کیا گیا''؛ تاکہ منقول اور غیر منقول میں خلط ملط نہ، اسی طرح جب آپ کسی کتاب کا مطالعہ کررہے ہوں تو جہاں تک پہنچیں وہاں لکھ دیں ''صفحہ نمبر فلاں تک پہنچا'' تاکہ ناپڑھا ہوا حصہ چھوٹ نہ جائے۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کی کئی تالیفات ہیں؛ جیسے: امام ابن القیم رحمہ اللہ کی ''بدائع الفوائد'' اور امام زرکشی رحمہ اللہ کی ''خبایا الزوایا''، اسی طرح کتاب ''الاغفال'' اور ''بقایا الخبایا'' وغیرہ کتابیں۔

لہذا علم کو لکھ کر محفوظ کرو [1]، بالخصوص اپنے مراجع کے علاوہ میں ہونے والے نادر فوائد، غیر متوقع جگہوں پر پائی جانے والی گوشوں میں چھپی ہوئی معلومات اور وہ علم کے بکھرے موتی جنہیں آپ دیکھتے اور سنتے ہوں اور آپ کو ان کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو... کیونکہ یادداشت کمزور ہوتی ہے اور بھول ہوجایا کرتی ہے۔

امام شعبی کہتے ہیں: ''جب آپ کوئی بات سنیں تو اسے دیوار پر ہی سہی، ضرور لکھ لیں''۔

اسے امام خیثمہ نے روایت کیا ہے۔

اور جب اللہ کی مشیت سے بہت کچھ اکٹھا ہوجائے تو اسے اپنی ڈائری یا مذکرہ میں موضوعات کے اعتبار سے مرتب کرلیں؛ کیونکہ یہ چیز نازک ترین اوقات میں آپ کی مدد کرے گی جب بسا اوقات بڑے بڑے پختہ کار بھی اس سے عاجز رہ جائیں گے۔

---

[1] اس طرح کی بات نبی کریم ﷺ سے مرفوعا بھی صحیح ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة، حديث (۲۰۲۶)۔

⑳ علم کو بطور رعایت ونگرانی حفظ کرنا:

علم پر عمل اور اس کی اتباع کے ذریعہ اُسے بطور دیکھ ریکھ حفظ کرنے کی کوشش کریں؛ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]:

”طالب حدیث کو چاہیے کہ طلب حدیث میں اپنی نیت خالص کرلے اور اس کا مقصود اللہ سبحانہ وتعالی کا رخ کریم (رضائے الہی) ہو۔

طلب حدیث کو دنیوی مقاصد اور معاوضہ و بدلہ کے حصول کا ذریعہ بنانے سے اجتناب واحتراز کرے، کیونکہ اپنے علم کے ذریعہ ان جیسے دنیوی مفادات چاہنے والوں کے لئے وعید آئی ہے۔

اور اپنے علم پر فخر ومباہات کرنے سے اجتناب کرے، نیز طلب حدیث سے اس کا مقصد ریاست وسرداری حاصل کرنا، متبعین ومریدین بنانا نیز مجلسیں منعقد کرنا نہ ہو؛ کیونکہ علماء پر آنے والی آفتیں اکثر وبیشتر اسی قبیل سے ہوتی ہیں۔

اور طالب علم کو چاہئے کہ حدیث کو بطور روایت نہیں بلکہ بطور رعایت حفظ کرے؛ کیونکہ علم کے روایت کرنے والے تو بہت ہیں، اس کی رعایت، دیکھ ریکھ اور نگہداشت کرنے والے کم ہیں، اور بہت سے حاضر غائب کی طرح، اور عالم جاہل کی طرح ہوا کرتے ہیں، اور بہت سے حدیث یاد کرنے والوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اس کے حکم پر عمل آوری کو ایسے ضائع کردیتے ہیں جیسے اس کی معرفت اور علم بھی چلا گیا ہو۔

اور طالب حدیث کو چاہئے کہ حسب امکان رسول اللہ ﷺ کی احادیث وآثار کو برت کر اور

---

① الجامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۸۱، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۱۴۲)۔

اپنی ذات میں سنت رسول ﷺ کی عملی تطبیق دے کر اپنے عام معاملات میں عوام کے طور طریقوں سے نمایاں اور ممتاز رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔

۲۹ یادداشت کی مستقل نگہداشت:

وقتاً فوقتاً اپنے علم کی نگہداشت کیا کرو؛ کیونکہ نگرانی نہ کرنا علم کے ضائع ہو جانے کی نشانی ہے خواہ کچھ بھی ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ"۔

یقیناً حافظ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ والے شخص جیسی ہے، کہ وہ اس کی مستقل نگہداشت رکھے تو اس کے پاس محفوظ رہے اور اگر چھوڑ دے تو ضائع ہو جائے۔

اسے امام بخاری ومسلم نے اور امام مالک نے الموطا میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]:

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو اپنے علم کی مستقل نگہداشت نہیں کرے گا اس کا علم ضائع ہو جائے گا؛ کیونکہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم صرف قرآن ہی تھا اس کے

---

[1] التمہید، (۱۴/ ۱۳۳-۱۳۴)۔

سوا کچھ نہیں، اور جب ذکر و نصیحت کے لئے آسان کردہ قرآن کریم عدم نگہداشت کے سبب ضائع ہوسکتا ہے تو دیگر اسلامی علوم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟! اور سب سے بہتر علم وہ ہے جس کے اصول از بر کئے جائیں اور اس کی فرع کو دہرایا جائے، اور وہ اللہ کی طرف لے جائے اور اس کی رضا و خوشنودی کی رہنمائی کرے"۔

اور کسی نے کہا ہے [1]:

''ہر عزت جسے علم سے موکد و مضبوط نہ کیا جائے اس کا انجام کار ذالت اور پستی ہے''۔

۳۰ اصول پر فروع کے استنباط کے ذریعہ تفقہ:

حصول فقہ کے پیچھے تفقہ اور اسے حاصل کرنے والی چیز درکار ہوتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو احکام کو اس کے شرعی مآخذ سے جوڑتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے [2] کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِيَ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا، فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ''۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اور اسے یاد کرلیا اور خوب از بر کرلیا، پھر جیسے سنا تھا ویسے ہی اسے ادا کردیا، کیونکہ بسا اوقات ایک فقہ حاصل

---

[1] شرح الاحیاء، (۱/ ۹۳)۔

[2] اسے امام احمد (۴۱۵۷)، ترمذی (۱۰/ ۱۲۴)، اور ابن ماجہ (۱/ ۸۵) نے صحیح سند سے روایت کیا ہے، یہ متواتر حدیث ہے۔

کرنے والا فقیہ نہیں ہوتا، اور بسا اوقات کوئی فقہ حاصل کرنے والا ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

ابن خیر رحمہ اللہ اس حدیث کی فقہ میں فرماتے ہیں [1]:

''اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ ''فقہ'' سمجھنے کے لئے کلام کے معانی میں استدراک و استنباط کا نام ہے، اور اسی ضمن میں تفقہ کے وجوب، معانی حدیث کی جستجو اور اس کے سربستہ راز نکالنے کا بھی بیان ہے''۔

اور شیخین شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ کو اس باب میں بڑا بلند مقام حاصل ہے، جو ان دونوں اماموں کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ تفقہ کے راہ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفقہ کی ایک مجلس کے سلسلہ میں بڑی پیاری بات کہی ہے [2]:

''حمد وصلاۃ کے بعد: ہم لوگ تفقہ فی الدین اور صورت مسئلہ کی تعیین، تقریر و اثبات، تاصیل اور تفصیل کے طور پر مشروع احکام کے مآخذ میں غور کرنے کی ایک مجلس میں تھے، تو گفتگو شروع ہوئی ...... چنانچہ میں کہتا ہوں: قوت و تصرف اللہ ہی کے پاس ہے، یہ مسئلہ ایک اصل اور دو فصلوں پر مبنی ہے......''۔

اور اللہ آپ کو نیک بنائے جان لو کہ تفقہ سے پہلے تفکر (غور و فکر) درکار ہوتا ہے [3]؛ کیونکہ اللہ

---

① اپنی کتاب الفہرست (ص:۹) میں۔

② مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۱/ ۵۳۴)۔

③ مفتاح دار السعادۃ، ص (۱۹۶-۳۲۴)، ومدارج السالکین، (۱/ ۱۴۶)، والتفسیر الاسلامی للتاریخ، از عماد الدین خلیل، ص (۲۱۰-۲۱۵)۔

تعالیٰ نے اپنی کتاب کی کئی آیتوں میں اپنے بندوں کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں گہری نظر ڈالنے اور غور و تفکر کرنے کی دعوت دی ہے، نیز یہ کہ انسان اپنی ذات اور اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائے، تاکہ عقل و دانش کی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں پورے طور پر کھل جائیں، اور ایمانی تقویت، احکام کی گیرائی اور علمی پختگی تک اس کی رسائی ہو سکے، ارشاد باری ہے:

﴿كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٢﴾﴾

[البقرة:۲۴۲]۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتیں تم پر ظاہر فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾﴾ [الأنعام:۵۰]۔

آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم غور نہیں کرتے؟

بنابریں "تفقہ" تفکر سے کہیں دور چیز ہے، کیونکہ وہ تفکر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، ورنہ:

﴿فَمَالِ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾﴾ [النساء:۷۸]۔

انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں ہیں۔

لیکن یہ تفقہ دلیل و برہان سے آراستہ اور ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی سے آزاد ہونا چاہئے،

ارشاد باری ہے:

﴿وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾﴾ [البقرة:۱۲۰]۔

اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔

لہٰذا اے طالب علم! اپنے آپ کو غور و تفکر اور فقہ و تفقہ سے آراستہ کرو؛ تاکہ تم فقیہ کے مرحلہ سے "فقیہ النفس" تک پہنچ سکو، جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں، یعنی وہ فقیہ جو احکام کو ان کے شرعی مآخذ سے ہم آہنگ کرتا ہے، یا "فقیہ البدن" تک پہنچ سکو، جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے [1]۔

لہٰذا اصولوں پر فروع کو تطبیق دیکر اور قواعد و ضوابط کا پورا اہتمام کرتے ہوئے پیش آمدہ مسائل پر غور کرو۔

اور کسی فرع کے سلسلہ میں تلاش و جستجو اور شریعت کے عام اصول و ضوابط: جیسے مصالح، دفع ضرر و مشقت، آسانی کی طلب، حیلہ گری اور ذرائع کے سد باب وغیرہ کے قواعد کی روشنی میں اُسے شریعت کے عام قالب میں ڈھالنے کے لئے اپنی فکر و نظر جٹالو۔

اور اس طرح تم ہمیشہ نیک رہنمائی سے ہمکنار رہو گے؛ کیونکہ یہ چیز دشوار حالات میں تمہاری مدد کرے گی۔

اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، نصوص شریعت میں تفقہ، تشریعی حالات و ظروف میں بصیرت اور مقاصد شریعت میں غور و تامل کا التزام کرو، کیونکہ اگر تمہاری سمجھ اس سے خالی یا تمہاری سماعت اس سے غافل ہوئی؛ تو سمجھ لو کہ تمہارا وقت ضائع ہو رہا ہے اور تم پر جہالت کا نام چسپاں ہو کر رہے گا۔

اور بالضبط یہ خوبی ہی تمہیں مسائل کے استنباط کی قدرت و صلاحیت کا گہرا ملکہ اور درست میعار عطا کرے گی۔

کیونکہ دراصل فقیہ وہ ہوتا ہے جو کسی پیش آمدہ ہنگامی مسئلہ جس میں نص نہ ہو کا حکم نکال کر

---

① ان کے قول "فقیہ البدن" کے لئے دیکھئے: معالم الایمان، (۲/۳۳۶-۳۴۰)، والثقات، از امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹/۲۳۲)۔

پیش کردے۔

اور بلاغی وہ نہیں ہے جو آپ کے سامنے بلاغت کے اقسام وتفریعات کا ذکر کرے بلکہ بلاغی وہ ہوتا ہے جس کی بلاغی بصیرت کتاب اللہ میں سرایت کرگئی ہو چنانچہ وہ کتاب اللہ کے چھپے علوم سے بلاغی پہلوؤں کا استنباط کرے، اور اگر کچھ لکھے یا خطاب کرے تو آپ کے سامنے اپنی تحریر وگفتگو میں بلاغت کے موتی جڑ دے۔

اور یہ معاملہ تمام علوم کا ہے۔

(۳۱) حصول علم میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانا:

اگر آپ کو کوئی علم یا فن سمجھ میں نہ آئے تو اس سے نہ گھبرائیں؛ کیونکہ بعض علوم وفنون کچھ بڑی اور شہرہ آفاق ہستیوں کے لئے بھی دشوار رہے ہیں، ان میں سے کچھ لوگوں نے تو صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ان کی سیرتوں سے معلوم ہوتا ہے: جیسے علم عروض میں امام اصمعی، خط میں محدث امام رہاوی، منطق میں امام ابن الصلاح، علم صرف میں ابومسلم نحوی، حساب میں امام سیوطی، اسی طرح امام ابوعبیدہ، محمد بن عبدالباقی انصاری، ابوالحسن قطیعی، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء اور ابوحامد غزالی، ان پانچ علماء کو علم نحو میں گہری مہارت حاصل نہ ہوسکی۔

لہٰذا اے طالب علم! خوب شوق ورغبت سے علم حاصل کرو، اور اللہ سے دعا خیر کرو، اور شر سے اس کی پناہ مانگو اور اس کے سامنے تواضع وانکساری میں الحاح وعاجزی کا ثبوت دو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جب بھی قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر مشکل ودشوار محسوس ہوتی تو اکثر یہ دعا فرماتے:

"اللّٰهُمَّ يَا مُعَلِّمَ آدَمَ وَإِبرَاهِيمَ عَلِّمنِي. وَيَا مُفَهِّمَ سُلَيمَانَ فَهِّمنِي".

اے اللہ! اے آدم وابراہیم کو علم دینے والے مجھے بھی علم عطا فرما، اور اے سلیمان کو سمجھ دینے والے مجھے بھی سمجھ عطا فرما۔

چنانچہ وہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا[1]۔

(۳۲) علمی امانت:

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرنے، سیکھنے، عمل کرنے، پہنچانے اور ادا کرنے وغیرہ میں نہایت اعلیٰ علمی امانت کی خوبی سے آراستہ ہو: کیونکہ [2] امت کی فلاح و کامرانی اس کے حسن عمل میں ہے اور اس کا حسن عمل صحیح اور درست علوم میں ہے اور صحیح علوم اس بات پر موقوف ہیں کہ امت کے افراد جو کچھ بھی روایت کریں یا بتلائیں اس میں امانت دار ہوں، لہٰذا جو علم کے سلسلہ میں بلا امانت گفتگو کرے گا؛ علم کو زخم آلود کردے گا اور امت کی کامرانی کی راہ میں رخنہ اور رکاوٹ ڈال دے گا۔

علوم سے نسبت رکھنے والی جماعتیں ایسے لوگوں سے خالی نہیں' جو اس مقصد سے علم حاصل نہیں کرتے کہ اونچی فضیلت سے آراستہ ہوں یا اپنے علم ومعرفت سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں، اور اس قسم کے لوگوں کے دلوں میں امانت کو پائیدار جگہ نہیں ملتی، اسی لئے ایسے لوگ اَن سُنی باتوں کو روایت کرنے اور یا نامعلوم باتیں بیان کرنے میں بیباک ہوتے ہیں' اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، اور یہی وہ چیز ہے جس نے باریک بین ماہر اہل علم کو نقد رجال اور فضول گوئی کرنے والوں اور حسب علم بولنے والوں کے درمیان تمیز کرنے پر آمادہ کیا،

---

① مجموع فتاوی ابن تیمیہ (۴/ ۳۸)۔

② رسائل الاصلاح، (۱/ ۱۳)۔

یہاں تک کہ طلبۂ علم کو اُن باتوں کی قیمت کا علم ہوا جو وہ پڑھ رہے تھے، اور ایسے شخص کی حیثیت اُن سے پوشیدہ نہیں رہی کہ وہ قطعی طور پر سچا ہے یا جھوٹا، یا دونوں میں سے ایک پہلو دوسرے پر راجح ہے، یا دونوں پہلوؤں کا یکساں احتمال ہے۔

۳۳ سچائی و راست گوئی[1]:

راست گوئی: وقار کی علامت، نفس کی شرافت، باطن کی شفافیت، ہمت کی بلندی، عقل کی پختگی، مخلوق کے ساتھ محبت کا پیغامبر، جماعت کی سعادت اور دین کا تحفظ ہے، اسی لئے گفتگو میں سچ بولنا فرض عین ہے، لہٰذا ہائے افسوس! اس میں کوتاہی کرنے والا کس قدر ناکام ہے!! اور جو ایسا کرے گا اپنی ذات اور اپنے علم کو بہت نقصان پہنچائے گا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تَعَلَّمِ الصِّدقَ قَبلَ أَن تَتَعَلَّمَ العِلمَ".

علم حاصل کرنے سے پہلے سچائی سیکھو۔

اور امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هَذِهِ الصَّنعَةُ لَا يَرتَفِعُ فِيهَا إِلَّا صَادِقٌ"[2].

اس علم میں سچا آدمی ہی بلندی پا سکتا ہے۔

لہٰذا اللہ آپ رحم فرمائے۔علم سیکھنے سے پہلے سچائی سیکھو، اور سچائی: دراصل بات اس طرح پیش کرنے کو کہتے ہیں جو واقع اور اعتقاد کے مطابق ہو۔

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، (۲۰ / ۷۴-۸۵)۔

[2] الجامع، از خطیب بغدادی (۱ / ۳۰۴،۲ / ۷)۔

چنانچہ سچائی کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے، جبکہ اس کی ضد "جھوٹ" کی بہت سی قسمیں، شکلیں، راہیں اور وادیاں ہیں، مجموعی طور پر اس کی تین قسمیں ہیں [1]:

۱۔ چاپلوس کا جھوٹ: یعنی وہ جھوٹ جو واقع اور اعتقاد دونوں کے خلاف ہو، جیسے کوئی کسی ایسے شخص کی چاپلوسی کرے جسے جانتا ہو کہ وہ فاسق یا بدعتی ہے، چنانچہ اسے نیکی اور استقامت کی خوبی سے متصف کرے۔

۲۔ منافق کا جھوٹ: یعنی جو اعتقاد کے خلاف اور واقع کے مطابق ہو، جیسے منافق بظاہر وہی بات کرتا ہے جو اہل سنت وہدایت کرتے ہیں۔

۳۔ بودے اور غبی کا جھوٹ: یعنی جو واقع کے خلاف اور اعتقاد کے مطابق ہو، جیسے کوئی کسی صوفی بدعتی کے بارے میں نیک ہونے کا عقیدہ رکھے چنانچہ اسے ولایت کے وصف سے متصف کرے۔

لہٰذا سچائی کی راہ کو لازم پکڑو، نہ زبان کی جڑ پر دباؤ ڈالو، نہ ہونٹوں کو ملاؤ اور نہ ہی بولنے کے لئے اپنا منہ کھولو مگر انہی حروف کی ادائیگی کے لئے جو آپ کے اندرونی سچے احساس کی تعبیر کریں؛ جیسے محبت ونفرت، یا آپ کے ظاہری احساس کی ترجمانی کریں جیسے، حواس خمسہ: سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کا ادراک ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ سچا آدمی نہیں کہہ سکتا کہ "میں تم سے محبت کرتا ہوں" جبکہ وہ آپ سے نفرت کرتا ہو، نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ "میں نے سنا" جبکہ اس نے سنا نہیں ہے... اور دیکھنا کہیں تمہارے گرد مختلف خیال وگمان نہ گردش کرنے لگیں، جو تمہیں راست گوئی سے خیانت میں مبتلا کردیں، اور نتیجہ یہ ہو کہ تمہیں جھوٹوں کی فہرست میں درج کرلیا جائے۔

---

[1] رسائل الاصلاح: (۱/ ۹۵-۱۰۵)۔

اور اگر تمہاری طبیعت تمہیں کسی جھوٹی بات پر آمادہ کر رہی ہو تو - اس سے بچاؤ کا راستہ یہ ہے کہ تم سچائی کے مقام ومرتبہ اور جھوٹ کی قباحت وپستی، نیز یہ کہ جھوٹے کا معاملہ بہت جلد فاش ہو جاتا ہے' وغیرہ کا ذکر کر کے اپنے نفس کو کچل دو۔

اور اللہ سے مدد مانگو، عاجز ودرماندہ نہ ہو۔

اور اپنی ذات کے لئے شریعت کے دائرہ سے باہر تعریضات اور توریہ کے راستے بھی نہ کھولو۔

لہذا اے طالب علم! خبر دار! دیکھنا کہیں سچائی سے تعریضات اور پھر جھوٹ کی طرف نہ نکل جانا، اور اس کی بدترین منزل 'علم کے معاملہ میں جھوٹ بولنا'' ہے، جو ہمجولیوں کی منافست اور دنیا کی سستی شہرت کے مرض کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

اور جو اپنے مقام وحیثیت سے بڑھ کر شہرت کی تلاش میں ہو، اسے جان لینا چاہئے کہ باریک نگاہوں اور تنقیدی قلموں سے لیس کچھ لوگ گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں جو تمہاری شہرت کو حقیقت کی کسوٹی پر تولیں گے! اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تین معنوں میں تمہاری سستی شہرت کا راز فاش ہو جائے گا:

۱۔ دلوں سے تم پر اعتماد اٹھ جائے گا۔

۲۔ تمہارا علم چلا جائے گا اور مقبولیت کا راز فاش ہو جائے گا۔

۳۔ اگر سچ بھی بولو گے تو کوئی تصدیق نہیں کرے گا۔

خلاصہ اینکہ؛ جو چکنی چپڑی باتوں کو اپنا پیشہ بنالے وہ جادوگر کا بھائی ہے اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہو سکتا[1]۔ واللہ اعلم۔

---

① رسائل الاصلاح، (۱/ ۹۵-۱۰۵)۔

۳۴ طالب علم کا ڈھال:

"لا أدري" (میں نہیں جانتا) کہہ دینا عالم (طالب علم) کا ڈھال ہے، اور احساس برتری کے سبب اس سے احتراز کرنا، اور یہ کہنا کہ "کہا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے..." اُسے بے نقاب کر دیتا ہے۔

اور اسی بنا پر جب "لا أدري" (میں نہیں جانتا) کہنا آدھا علم ہے تو "کہا جاتا ہے، میرا خیال ہے.." وغیرہ کہنا آدھی جہالت ہے[1]۔

۳۵ اپنے رأس المال (عمر کے لمحات) کی حفاظت:

حصول علم کے لئے اپنے وقت کی حفاظت کرو، عمل کے حلیف بنو، ناکاری اور حیرانی کے حلیف نہ بنو، اور کام کو لازم پکڑو، کاہلی اور گپ شپ کے عادی نہ بنو، کیونکہ محنت، کوشش، حصول علم کے التزام، مشائخ کی صحبت، پڑھنے پڑھانے، مطالعہ، غور و تدبر، حفظ، بحث و تحقیق وغیرہ کے ذریعہ علمی مشغولیت، کے ذریعہ وقت کی حفاظت کرنا ضروری ہے، بالخصوص عنفوان شباب، نوعمری اور صحت و تندرستی کے اوقات میں، لہٰذا اس قیمتی موقع کو غنیمت جانو، تاکہ علم کے بلند مراتب حاصل کرسکو؛ کیونکہ یہ "دلجمعی اور فکری یکسوئی کا وقت" ہے، کیونکہ اس عمر میں مشغولیتیں اور زندگی اور سرداری کے التزامات سے پھیرنے والی چیزیں کم ہوتی ہیں، اور اخراجات اور اہل و عیال کا بوجھ بھی کم ہوتا ہے:

شاعر کہتا ہے:

---

[1] دیکھئے: التعالم ص (۳۶)۔

ما للمـــعيل وللعوالي إنما

يسعى إليــهن الفريد الفارد

کثیر العیال کو بلندیوں سے کیا سروکار، بلندیوں کی رسائی تو وہی کرتا ہے جو تنہا، یگانہ اور باکمال ہوتا ہے۔

اور دیکھنا اپنے اوپر تسویف (یعنی: آج کا کام کل پر ٹالنے) کو حاکم نہ بنانا؛ چنانچہ یہ نہ کہنا کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر کروں گا، اور اس کام سے ریٹائر ہونے کے بعد کروں گا...وغیرہ، بلکہ اپنے کام میں جلدی کرو قبل اس کے کہ تم پر ابو الطحان قینی کا قول صادق آئے:

حَنَتْنِي حانياتُ الدَّهْرِ، حَتَّى

كأني خَاتِل يَدْنو لصَيْد

قَرِيبُ الخَطوِ يَحسَبُ مَن رَآنِي

ولَسْتُ مُقَيَّداً، أني بقَيْد

زمانے کے حوادث نے میری کمر اس قدر جھکا دی ہے، کہ گویا میں اس شکاری کے مانند ہو گیا ہوں جو قریب قریب قدم رکھتے ہوئے نہایت خاموشی سے شکار کے قریب ہو رہا ہو، مجھے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ میں قید میں ہوں، حالانکہ میں قید میں نہیں ہوں۔

اور اسامہ بن منقذ کہتے ہیں:

مع الثمانينَ عاثَ الضَّعفُ في جسدي

وساءني ضعفُ رجلي واضطرابُ يدي

إذا كتبت فخطِّي خطُّ مضطربٍ

كخطِّ مرتعشِ الكفينِ مرتعدِ

فاعجبْ لضعف يدي عن حملها قلماً
من بعد حمل القنا في لبَّة الأسد
فقلْ لمن يتمنَّى طولَ مدّته
هذي عواقبُ طول العمر والمددِ

اسی برس ہوتے ہوتے کمزوری نے میرے جسم کو کھوکھلا کر دیا، اور میرے پیروں کی کمزوری اور ہاتھوں کی کپکپی نے میرا برا حال کر دیا، جب میں لکھتا ہوں تو میری تحریر ایک کانپنے والے جیسی ہوتی ہے جیسے کسی گھبرائے تھرائے کانپتی ہتھیلیوں والے کی تحریر ہو۔ بھلا سوچو تو سہی کہ میرے اس ہاتھ میں قلم اٹھانے کی بھی سکت نہ رہی جب کہ یہ ہاتھ شیر کی حلق میں نیزے کی دھار پیوست کر چکا ہے۔ لہٰذا لمبی عمر کی تمنا کرنے والے کو بتلا دو کہ پیرانہ سالی اور عمر درازی کا یہی انجام ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر تم نے اپنا کام فوری انجام دے لیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم ''علم میں بلند ہمت'' کے مالک ہو۔

۳۶ نفس کی راحت رسانی:

اپنے وقت میں سے کچھ گھڑیاں نکال کر معلومات عامہ وغیرہ کی کتابیں پڑھو، علم کے باغ و بہار میں رہ کر اپنے نفس کو راحت پہنچاؤ؛ کیونکہ وقتاً فوقتاً دلوں کو راحت پہنچانا چاہئے۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''أَجِمُّوا هذه القلوبَ، وابْتَغُوا لها طرائفَ الْحِكمةِ، فإنها تَمَلُّ كما تَمَلُّ الأبدانُ''[1]۔

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ۔

ان دلوں کو راحت پہنچاؤ، اور ان کے لئے علم وحکمت پر مبنی لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جس طرح جسموں میں اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اسی طرح یہ دل بھی اکتا جاتے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مطلق اوقات میں نوافل کی ممانعت کی حکمت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں [1]:

''بلکہ بعض اوقات میں نوافل کی ممانعت میں دیگر مصلحتیں بھی ہیں، جیسے بسا اوقات عبادت کے بوجھ سے نفسوں کو راحت پہنچانا، جیسا کہ نیند وغیرہ کے ذریعہ راحت پہنچائی جاتی ہے، اسی لئے معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''إِني لأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي، كما أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي''۔

میں اپنی نیند کو بھی نیکی شمار کرتا ہوں جیسے اپنے قیام اللیل کو نیکی سمجھتا ہوں۔

نیز فرماتے ہیں [2]:

بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: بعض اوقات میں مطلق نفل کی ممانعت کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: ممنوع وقت میں نفس کو راحت پہنائی جائے، تاکہ نماز کے لئے طبیعت چاق ہو جائے؛ کیونکہ ممنوع چیز کو پا کر نفس کو فرحت ہوتی ہے، اور آرام کے بعد نماز کے لئے نشاط اور چستی پیدا ہوتی ہے، واللہ اعلم''۔

اسی لئے طلبہ کے لئے ہفتہ واری چھٹیوں کا رواج ایک طویل عرصہ سے عام ہے، اور عام طور پر یہ چھٹی جمعہ کے دن اور جمعرات کو عصر کے وقت ہوا کرتی تھی، اور بعض لوگوں کے یہاں منگل اور پیر کے روز، اور ایسے ہی عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بھی ایک سے تین دنوں

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۳/۱۸۷)۔

[2] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۳/۲۱۷)۔

تک چھٹی رہا کرتی تھی.....۔

اس کا ذکر ہمیں آداب تعلیم اور سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے، مثال کے طور پر: ''آداب المعلمین'' از امام سحنون (ص ۱۰۴)، و''الرسالۃ المفصلۃ'' از امام قابسی، (ص ۱۳۵-۱۳۷)، و''الشقائق النعمانیۃ'' (ص ۲۰)، اور اس کے حوالہ سے: ''أبجد العلوم'' (۱/ ۱۹۵-۱۹۶)، وکتاب ''ألیس الصبح بقریب'' از امام طاہر بن عاشور، و''فتاویٰ رشید رضا'' (۱۲۱۲)، و''معجم البلدان'' (۳/ ۱۰۲)، و''مجموع فتاویٰ امام ابن تیمیہ'' (۲۵/ ۳۱۸-۳۲۰، ۳۲۹)۔

۳۷ الفاظ کی تصحیح اور ضبط کی پڑھائی:

کسی پختہ اور ٹھوس علم والے شیخ سے تصحیح وضبط پڑھنے کی بھی کوشش کریں، تاکہ تحریف، تصحیف، غلطی اور وہم وغیرہ سے محفوظ رہیں۔

اور اگر آپ اہل علم بالخصوص حفاظ کی سیرتوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو علماء کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسی ملے گی جنہوں نے بڑی بڑی مطول کتابوں کو چند مجلسوں یا چند دنوں میں کسی پختہ علم والے شیخ کے پاس ضبط وتصحیح کے لئے پڑھ کر ختم کیا ہے۔

چنانچہ یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے صحیح بخاری کو دس مجلسوں میں پڑھا، اور یہ ہر مجلس دس گھنٹوں پر مشتمل تھی، اور صحیح مسلم کو چار مجلسوں یعنی تقریباً دو دن اور کچھ زیادہ میں آغاز دن سے ظہر تک میں پڑھا، جو یوم عرفہ کو ختم ہوا، یہ سنہ ۸۱۳ھ جمعہ کا دن تھا، اور سنن ابن ماجہ کو چار مجلسوں میں اور معجم طبرانی صغیر کو ظہر وعصر کے درمیان ایک مجلس میں پڑھا۔

اور ان کے شیخ فیروز آبادی نے دمشق میں صحیح مسلم کو اپنے شیخ ابن جہبل کے پاس ضبط

وتصحیح کے لئے تین دنوں میں پڑھا۔

اور اس باب میں امام خطیب بغدادی، مؤتمن ساجی اور ابن ابار وغیرہ کے بڑے عجیب وغریب واقعات ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا، اس کے لئے دیکھئے: "سیر اعلام النبلاء" از امام ذہبی، (۱۸/ ۲۷۷، ۲۷۹)، و(۱۹/ ۳۱۰)، و (۲۱/ ۲۵۳)، و"طبقات الشافعیہ" از امام سبکی، (۴/ ۳۰)، و"الجواہر والدرر" از امام سخاوی، (۱/ ۱۰۳-۱۰۵)، و"فتح المغیث" از امام سخاوی، (۲/ ۴۶)، و"شذرات الذهب" (۸/ ۱۲۱و۲۰۶)، و"خلاصۃ الأثر" (۱/ ۷۲-۷۳)، و"فہرس الفہارس"، از امام کتانی، و"تاج العروس" (۱/ ۴۵-۴۶)۔

لہٰذا اس سے اپنا حصہ لینا نہ بھولیں۔

۳۸ بڑی اور مطوّل کتابوں کو کھنگالنا:

بڑی اور مطول کتابوں کا مطالعہ اہم ترین امور میں سے ہے، کیونکہ اس سے متعدد معلومات حاصل ہوتی ہیں، اذہان وافکار کو کشادگی اور بالیدگی ملتی ہے، ان میں سربستہ فوائد اور نادر علمی خزانے میسر آتے ہیں، بحوث ومسائل کے مصادر ومراجع کا تجربہ حاصل ہوتا ہے اور کتابوں میں مصنفین کے طریقوں اور ان کی اصطلاحات کی معرفت ہوتی ہے۔

اور سلف ان کتابوں کے مطالعہ کے دوران جہاں تک پہنچتے تھے "بلغ" (یہاں پہنچا) لکھ دیا کرتے تھے، تاکہ دوبارہ پڑھتے ہوئے بالخصوص لمبے وقفہ کے بعد کوئی چیز چھوٹ نہ جائے۔

۳۹ عمدہ سوال:

آداب گفتگو کا لحاظ اور اس کی پابندی کریں، جیسے عمدہ سوال کرنا، پھر بغور سننا، پھر جواب کو

اچھی طرح سمجھنا، اور خبردار! دیکھنا جواب مل جانے پر یہ نہ کہنا کہ: لیکن فلاں شیخ نے ایسا کہا ہے، یا مجھے ایسا جواب دیا ہے؛ کیونکہ ایسا کرنا ادب میں عیب کا باعث اور اہل علم میں باہم ٹکراؤ پیدا کرنے کا سبب ہے، لہذا اس سے بچو۔

ہاں اگر ایسا کچھ ناگزیر ہی ہو تو واضح سوال کرو، اور کسی کا نام لئے بغیر کہو: کہ اس فتویٰ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں [1]:

''کہا گیا ہے کہ: جب تم کسی عالم کے پاس بیٹھو تو اس سے کوئی مسئلہ سمجھنے کے لئے سوال کرو، مشقت میں ڈالنے یا امتحان لینے کے لئے نہیں''۔

نیز فرماتے ہیں:

علم کے چھ مراتب ہیں:

اول : عمدہ سوال۔

دوم : خاموشی اور بغور سماعت۔

سوم : عمدہ فہم۔

چہارم : حفظ۔

پنجم : تعلیم۔

ششم : یہ علم کا ثمرہ اور نچوڑ ہے؛ یعنی اس پر عمل اور اس کے حدود کی رعایت۔

پھر ان کی وضاحت کرتے بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔

---

[1] مفتاح دار السعادۃ ص (۱۸۴)۔

⑷⓪ جھگڑا وتکرار کے بغیر مناظرہ[1] :

جھگڑا وتکرار سے بچو، کیونکہ یہ معیوب شے ہے، البتہ حق جوئی کے لئے مناظرہ نعمت ہے، کیونکہ سچے مناظرہ میں حق کو باطل پر اور راجح کو مرجوح پر غلبہ ہوتا ہے، وہ باہمی خیر خواہی، حلم وبردباری، اور علم کی نشر واشاعت پر مبنی ہوتا ہے، رہا باہمی گفتگو اور مناظرات میں جھگڑا تکرار، تو وہ بے جا حجت بازی، ریاکاری، لغو کلامی، تکبر، ایک دوسرے پر غلبہ وبرتری، جھگڑا، اکڑپن، عدوات و دشمنی اور احمقانہ حرکت ہے، لہٰذا اس سے اور ایسا کرنے والے سے چوکنا رہو؛ گناہوں اور محرمات کی پامالی سے محفوظ رہو گے، اور اس سے اعراض کرو عافیت میں رہو گے اور گناہ ومعاصی کو ذلیل ورسوا کر سکو گے۔

⑷① علم کا مذاکرہ:

انصاف اور نرم خوئی کا التزام کرتے ہوئے اور جانبداری، بے اصولی اور شر وفساد سے دور رہتے ہوئے اہل علم وبصیرت کے ساتھ مذاکرہ اور یادداشت کے تبادلہ کا لطف اٹھاؤ؛ کیونکہ یہ چیز بعض جگہوں پر مطالعہ سے بھی بھاری ہوتی ہے، ذہن ودماغ کو تیز کرتی ہے اور یادداشت کو قوت پہنچاتی ہے۔

اور ذرا چوکنا رہنا؛ کیونکہ یہ چیز جو راست گو نہیں ہوتے اُن کا عیب فاش کر دیتی ہے۔

چنانچہ اگر یہ مذاکرہ کسی کم علم اور ناپختہ ذہن والے کے ساتھ ہو تو وہ ایک مرض اور باہمی نفرت کا باعث ہے، رہا علمی مسائل میں خود آپ کا اپنی ذات کے ساتھ مذاکرہ کرنا تو آپ

---

[1] نیز دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۴/ ۱۷۲-۱۷۴)۔

کے لئے اس سے لاپروائی برتنا مناسب نہیں۔

اور کہا گیا ہے: علم کو زندہ کرنا اس کا مذاکرہ ہے۔

۴۲ طالب علم کتاب وسنت اور اس کے علوم کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے:

چنانچہ کتاب وسنت اُس کے لئے پرندہ کے دو بازوؤں کے مثل ہیں، لہٰذا دیکھنا کہیں ٹوٹے بازو والا نہ ہو جانا۔ (کتاب وسنت کے علوم سے بے اعتنائی نہ کرنا)

۴۳ ہر فن کے اسباب ووسائل کی تکمیل:

تم ہرگز ٹھوس اور ماہر طالب علم نہیں ہو سکتے - یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے - جب تک کہ تم اس فن کے تمام تر اسباب ووسائل اکٹھا نہ کرلو، مثلاً فقہ میں فقہ واصول فقہ اور حدیث میں علم روایت ودرایت اکٹھا نہ کرلو... اسی طرح دیگر علوم وفنون میں! اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو۔

ارشاد باری ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ﴾ [البقرة: ۱۲۱]۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ طالب علم کسی علم کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک اسے اچھی طرح (کما حقہ) ازبر نہ کرلے[1]۔

[1] شرح الاحیاء، (۱/ ۳۳۴)۔

چھٹی فصل:

عمل سے آراستگی

(۴۴) علم نافع کی علامتیں:

ذرا اپنے آپ سے سوال کرو کہ علم نافع کی علامتوں میں آپ کا کتنا حصہ ہے، جو کہ حسب ذیل ہیں:

① علم نافع کے مطابق عمل کرنا۔

② تزکیہ، تعریف اور اللہ کے بندوں پر تکبر و برتری کی کراہت و ناپسندیدگی۔

③ جس قدر آپ کا علم زیادہ ہو اسی قدر آپ کا تواضع بھی بڑھتا جائے۔

④ سرداری، شہرت طلبی اور دنیا سے فرار اختیار کرنا۔

⑤ دعوئے علم سے قطع تعلق اور کنارہ کشی اپنانا۔

⑥ اپنی ذات کے ساتھ بدگمانی کرنا اور لوگوں پر طعن و تشنیع سے بچتے ہوئے اُن کے بارے میں نیک گمان رکھنا۔

امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے سامنے جب اسلاف کے اخلاق کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

لَا تَعْرِضَنَّ بِذِكْرِنَا مَعَ ذِكْرِهِمْ لَيْسَ الصَّحِيحُ إِذَا مَشَى كَالْمُقْعَدِ

اُن کے ساتھ ہمارا ذکر ہرگز نہ کرو (یعنی اُن سے ہمارا موازنہ نہ کرو) کیونکہ صحت مند

جو چلنے والا ہو لنگڑے کی طرح نہیں ہوتا۔

۴۵ علم کی زکاۃ:

علم کی زکاۃ ادا کرو، بایں طور کہ: بانگ دہل اعلان حق کرو، بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، مصالح اور نقصانات میں موازنہ کرو، علم پھیلاؤ، نفع سے محبت عام کرو، اور حق و بھلائی کے تقاضوں میں رسوخ و وجاہت اور اچھی سفارش کے ذریعہ مسلمانوں کے کام آؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ''۔

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، یا کوئی علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے [1] کہ: یہ تینوں چیزیں اسی عالم میں یکجا ہوتی ہیں جو اپنے علم کو خرچ کرنے والا ہو، چنانچہ اس کا علم خرچ کرنا صدقہ ہوتا ہے جس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس علم کو حاصل کرنے والا اس عالم سے سیکھنے کی وجہ سے اس کا بیٹا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس زیور (ادب) کا خاص خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے علم کا بنیادی ثمرہ ہے۔

اور یہ علم کا شرف ہی ہے کہ وہ بکثرت خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور احتراز و بخیلی سے کم

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم۔

ہوتا ہے، اور علم کی آفت اسے چھپانا ہے۔

اور دیکھنا زمانے کے فساد، فاسقوں کے غلبے اور نصیحت کی قلتِ افادیت کا دعویٰ تمہیں دعوت وتبلیغ کے فریضہ سے دوری پر آمادہ نہ کرے، کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ ایسا کام ہوگا جس پر بدعمل وبدکردار لوگ سرخ سونا لٹائیں گے، تاکہ وہ نیکی وشرافت کے خلاف بغاوت اور شر وبرائی اور پستی کا علم بلند کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

۴۶ علماء کی عزت وشرافت اور خودداری:

''علماء کی عزت وشرافت'' کی خوبی: سے مراد علم کا تحفظ، اس کی تعظیم، اور اس کی عزت وشرافت کی چہار دیواری کی حمایت کرنا ہے، اور تم اس باب میں جس قدر محنت کروگے اور جتنا عمل کروگے، اتنا ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ گے، اور جتنا اسے ضائع کروگے اتنا ہی نقصان اٹھاؤ گے، اور اللہ غالب وحکیم کے بغیر کوئی قوت وتصرف نہیں۔

لہٰذا: دیکھنا کہیں تمہیں سربرآوردہ لوگ استعمال نہ کریں یا احمق لوگ تم پر حاوی نہ ہوجائیں کہ تم کسی فتویٰ، یا فیصلہ یا بحث وتحقیق یا خطاب وغیرہ... میں اُن کی خاطر بے جا نرمی برتنے لگو۔

اور دیکھنا علم کے ذریعہ دنیا والوں کے پیچھے نہ بھاگنا، نہ ان کی دہلیزوں پر کھڑے ہوکر انتظار کرنا، اور نہ ہی نااہلوں پر علم صَرف کرنا، خواہ وہ بڑی قدر ومنزلت والا ہی کیوں نہ ہو۔

اور ائمۂ سلف کی سیرت وسوانح اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرکے اپنی بصارت وبصیرت کو فائدہ پہنچاؤ، تمہیں ان کی سیرتوں میں اس حمایت کی راہ میں نفس کی قربانیاں دکھائی دیں گی، بالخصوص ان لوگوں کے جنہوں نے اس باب میں مثالی کارنامے انجام دیئے

ہیں، جیسے کتاب ''من اخلاق العلماء'' از محمد سلیمان رحمہ اللہ [1]، وکتاب ''الاسلام بین العلماء والحکام'' از عبد العزیز بدری رحمہ اللہ، وکتاب ''مناہج العلماء فی الآمر بالمعروف والنہی عن المنکر'' از فاروق سامرائی [2]۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس سے کئی گنا زیادہ (میری آنے والی) کتاب ''عزۃ العلماء'' میں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل وطباعت آسان فرمائے۔

اور علماء اپنے طلبہ کو علی بن عبد العزیز جرجانی رحمہ اللہ (وفات: ۳۵۲ھ) کا قصیدہ یاد کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کو ان کے کئی سیرت نگاروں کے یہاں یہ بات ملے گی، اس قصیدہ کا مطلع یوں ہے:

یقولـــــون لي فيك انقِباضٌ وإنما
رأوا رجلاً عن موقـفِ الذُّلِ أحْجَمَا

أرَى الناسَ مَن داناهمُ هان عندَهمْ
ومن أكرَمتْه عِـــزَّةُ النَّفسِ أُكْرِمَا

ولو أنَّ أهلَ العـــلمِ صَانُوه صانَهُمْ
ولو عظَّمـــــوه في النفوسِ لَعَظَّمَا

ترجمہ: لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم لوگوں سے کتراتے ہو اور الگ تھلگ رہتے ہو، حالانکہ درحقیقت انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے ذلت کی جگہ سے دوری اختیار کرلی ہے۔ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جو ان سے قریب ہوتا ہے ان کے یہاں کمتر اور بے وقعت

---

[1] یہ کتاب بارہا شائع ہو چکی ہے۔

[2] یہ کتاب دار الوفاء جدہ سے (۱۴۰۷ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔

ہو جاتا ہے، اور جسے اس کی خودداری عزت دیتی ہے اس کی عزت کی جاتی ہے، اور اگر لوگوں نے علم کی حفاظت کی ہوتی تو وہ بھی ان کی حفاظت کرتا، اور اگر دلوں میں اس کی تعظیم کرتے تو وہ بھی انہیں باعظمت بنا دیتا۔

۴۷ علم کی حفاظت:

اگر تمہیں کوئی (دینی) عہدہ یا منصب مل جائے تو یاد رکھو کہ اس منصب تک رسائی کا ذریعہ تمہارا طلب علم ہے، چنانچہ تعلیم، یا فتویٰ یا قضاء وغیرہ کے جس منصب پر بھی تم فائز ہوئے ہو اللہ کے فضل اور پھر اپنے علم کے سبب ہوئے ہو، لہذا علم کو اپنا مرتبہ اور حق دو، یعنی اس پر عمل کرو اور اس کو اپنا مقام دو۔

اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچو جو اللہ کا مقام و مرتبہ اور اس کی عظمت نہیں پہچانتے، جو اپنے ''عہدہ و منصب کی حفاظت'' کو اساس اور سب کچھ سمجھتے ہیں، چنانچہ حق گوئی سے اپنی زبانیں سمیٹتے ہیں، اور عہدہ و منصب کی محبت انہیں مقابلہ آرائی اور ٹکراؤ پر آمادہ کرتی ہے۔

لہذا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔حکمت و معرفت اور حسن تدبیر سے اپنے دین، علم، شرف اور نفس کی حفاظت کر کے اپنی قیمت و حیثیت کی حفاظت کا اہتمام کرو۔

''احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ''۔

اللہ کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

''احْفَظِ اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ يَحْفَظْكَ فِي الشِّدَّةِ ...''۔

خوشحالی میں اللہ کی حفاظت کرو وہ پریشانی میں تمہاری حفاظت فرمائے گا۔

اور اگر عہدہ و منصب کے پٹے سے بے دخل اور علیحدہ ہو چکے ہو۔ اور دیر سہی، تمہارا انجام

وہی ہوتا ہے-تو کوئی حرج نہیں؛ یہ معزولی قابل ستائش ہے، قابل نقص ومذمت نہیں۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ توفیق الٰہی کے ایک بڑے حصہ سے محروم بعض لوگوں کے یہاں شریعت کی پابندی اور اللہ کی طرف رجوع وانابت "ریٹائرمنٹ" کے بعد ہی آتی ہے، ایسے شخص کی توبہ گرچہ شرعی توبہ ہے، لیکن اس کا دین اور "بوڑھیوں کا دین" یکساں ہے، کیونکہ اس کا فائدہ اسی تک محدود ہے آگے نہیں جا سکتا! اور جب اس کے عہدہ ومنصب کا دور رہتا ہے' جب اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچنے کی حاجت رہتی ہے؛ تو آپ اس کو لوگوں میں سب سے بڑا فاسق وفاجر، ضرر رساں، یا کمزوردل اور حق گوئی سے گونگا پائیں گے۔

ہم ذلت وبے بسی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۴۸ مداہنت (بے جا تساہل ونرمی) کے بجائے رواداری:

مداہنت ایک بُری اور پست عادت ہے، لیکن رواداری ایسی چیز نہیں۔ لہٰذا دیکھنا ان دونوں کو گڈمڈ نہ کرنا، کہ مداہنت تمہیں کھلی منافقت پر آمادہ کردے!! اور مداہنت ہی تمہارے دین کو عیب دار کرتی ہے[1]۔

۴۹ کتابوں کا شغف[2]:

علم کا شرف معلوم ہے، کیونکہ اس کا نفع عام ہے، اور اس کی حاجت اتنی ہی شدید ہے جتنی جسم کے لئے سانسوں کی، اس میں جتنی کمی ہوگی اتنی ہی کمی ظاہر ہوگی، اور اسے جتنا ہی حاصل

---

① دیکھئے: الغرباء، از امام آجری، ص (۷۹-۸۰)، بڑی اہم ہے، و روضۃ العقلاء، از امام ابن حبان، ص (۷۰)۔

② دیکھئے: روضۃ المحبین، ص (۶۸-۶۹)، بڑی اہم ہے، ومفتاح دار السعادۃ، ص (۸۱)، ان دونوں کتابوں میں بڑے دلچسپ واقعات وحکایات ہیں۔

کیا جائے گا اتنا ہی لذت و سرور حاصل ہوگا؛ اسی لئے حصول علم سے طلبۂ علم کا شغف شدید تر رہا ہے، اور کتابیں جمع کرنے کا شغف انتخابی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اور اس سلسلہ میں اہل علم کی بڑی طویل باتیں ہیں۔ اور اس بارے میں (میری کتاب) ''خبر الکتاب'' میں کچھ باتیں نوٹ کی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل وطباعت کے مراحل آسان فرمائے۔

لہٰذا؛ اصول ومراجع کی کتابیں جمع کریں، اور جان لیں کہ کوئی کتاب کسی کتاب سے بے نیاز نہیں کرسکتی، اور دیکھنا خس وخاشاک کی مانند رطب ویابس کتابوں سے نہ اپنی لائبریری کو بھرنا نہ ہی اپنی فکر کو خلل اور تشویش میں ڈالنا، بالخصوص بدعتیوں کی کتابوں سے تو مکمل اجتناب کرنا کیونکہ وہ خطرناک دائمی زہر ہے!!

۵۰ تمہاری لائبریری کی اساس وبنیاد:

ایسی کتابوں کا اہتمام والتزام کرو جو استدلال واستنباط، احکام کے اسباب وعلل میں تفقہ اور مسائل کے اسرار ورموز میں غوطہ زنی کے طریقہ پر ترتیب دی گئی ہوں؛ اور اس سلسلہ میں شیخین یعنی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم الجوزیہ رحمہما اللہ کی کتابیں نہایت جلیل القدر اور اہم ہیں۔

نیز اس سلسلہ کی قدیم وجدید منہجی متداول کتابیں حسب ذیل اہل علم کی ہیں:

① حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی: ۴۶۳ھ)، اور ان کی عظیم ترین کتاب ''التمہید'' ہے۔

② حافظ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (متوفی: ۶۲۰ھ) اور ان کی نہایت بنیادی کتاب ''المغنی'' ہے۔

③ امام حافظ نووی رحمہ اللہ (وفات:۶۷۶ھ)۔

④ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (وفات:۷۴۸ھ)۔

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (وفات:۷۷۴ھ)۔

⑥ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (وفات:۷۹۵ھ)۔

⑦ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (وفات:۸۵۲ھ)۔

⑧ حافظ شوکانی رحمہ اللہ (وفات:۱۲۵۰ھ)۔

⑨ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (وفات:۱۲۰۶ھ)۔

⑩ علماء دعوتِ سلفیت کی کتابیں، اوران کی نہایت جامع کتاب ''الدرر السنیۃ'' ہے۔

⑪ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۸۲ھ)۔ بالخصوص ان کی نفع بخش کتاب ''سبل السلام''۔

⑫ علامہ صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ (وفات:۱۳۰۷ھ)۔

⑬ علامہ محمد الأمین شنقیطی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۹۳ھ)، بالخصوص ان کی کتاب ''أضواء البیان''۔

⑤① کتاب کے ساتھ تعامل:

کسی کتاب سے اس وقت تک استفادہ نہ کریں جب تک کہ اس میں اس کے مولف کی اصطلاح نہ جان لیں، اور اکثر وبیشتر کتاب کے مقدمہ سے اس کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے، اس لئے سب سے پہلے کتاب کا مقدمہ پڑھیں۔

۵۲ اسی طرح:

اگر آپ کو کوئی کتاب ملے تو اسے اپنے مکتبہ میں اس وقت تک داخل نہ کریں جب تک اس سے اچھی طرح گزر نہ جائیں، یا اس کا مقدمہ، فہرست اور کچھ جگہوں سے پڑھ نہ لیں، کیونکہ اگر آپ مکتبہ میں اُسے اُس فن کی کتابوں میں ڈال دیں گے؛ تو بسا اوقات ایسا ہوگا کہ زمانہ گزر جائے گا اور عمر بیت جائے گی اُسے دیکھ بھی نہ سکیں گے، یہ تجربہ شدہ امر ہے، اور توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

۵۳ تحریر پر اعراب اور نقطوں کا اہتمام:

جب تم کوئی چیز لکھو تو حرکات اور نقطوں کا اہتمام کرو تا کہ اس کی پیچیدگی زائل ہو جائے، اور اس کے لئے حسب ذیل امور مطلوب ہیں:

① خط واضح ہو۔

② رسم الخط قواعد املاء کی روشنی میں ہو۔

اور اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں ہیں، چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ''کتاب الاملاء'' از حسین والی[1]۔

۲۔ ''قواعد الاملاء'' از عبد السلام محمد ہارون[2]۔

۳۔ ''المفرد العلم'' از ہاشمی، رحمہم اللہ تعالیٰ[3]۔

---

① یہ کتاب شائع ہوئی، پھر سنہ ۱۴۰۵ھ میں دار القلم بیروت سے اس کی تصویر لے کر شائع کیا گیا۔

② چوتھا ایڈیشن، خانجی مصر سنہ ۱۳۹۹ھ۔

③ مکتبہ تجاریہ کبری، مصر، بائیسواں ایڈیشن۔

③ نقطوں والے حروف پر نقطوں اور بلا نقطوں والے حروف پر بلا نقطوں کا اہتمام[1]۔

④ مشکل الفاظ پر حرکات کا اہتمام۔

⑤ آیت یا حدیث کے علاوہ میں رموز کتابت (کاما، وقف وغیرہ) کا اہتمام[2]۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

---

① کیونکہ ایسا کرنے سے اشتباہ پیدا ہوگا۔

② الترقیم وعلاماتہ، از احمد زکی پاشا، ایڈیشن ۱۳۳۰ھ۔

ساتویں فصل:

تنبیہات وخطرات

۵۴ بیداری کا خوب:

بیداری کے خواب سے بچو، اور اس میں یہ بھی ہے کہ تمہیں جس بات کا علم نہ ہو اس کے علم کا دعویٰ کرو، یا جس بات کا تمہیں پختہ علم نہ ہو اس میں پختگی کا دعویٰ کرو، اب اگر تم ایسا کرو گے تو وہ علم کے سامنے دبیز پردہ اور اس کی راہ میں رخنہ ہوگا۔

۵۵ ''یک بالشت والا'' ہونے سے بچو[1]:

چنانچہ کہا گیا ہے کہ: علم تین بالشت ہے، جو پہلے بالشت میں داخل ہوتا ہے تکبر کرتا ہے، اور جو دوسرے بالشت میں داخل ہوتا ہے، متواضع ہو جاتا ہے، اور جو تیسرے بالشت میں داخل ہوتا ہے؛ اسے علم ہو جاتا ہے کہ وہ لاعلم ہے۔

۵۶ اہلیت وقابلیت سے پہلے صدارت وبراجمانی:

اہلیت ولیاقت سے پہلے صدارت وپیشوائی سے بچو؛ کیونکہ یہ علم وعمل کی آفت ہے۔

اور کہا گیا ہے: جو وقت سے پہلے آگے بڑھ جاتا ہے وہ اپنی رسوائی میں پڑ جاتا ہے۔

---

① تذکرۃ السامع والمتکلم ص (۶۵)۔

۵۷ علمی درندگی:

اس حرکت سے اجتناب کرو جس سے مفلسین علم تسلی حاصل کرتے ہیں، کہ ایک دو مسائل کا مراجعہ کر لیتے ہیں اور جب کسی ایسی مجلس میں ہوتے ہیں جہاں کچھ قابل ذکر علماء ہوں تو وہاں ان مسئلوں کی بحث چھیڑ دیتے ہیں؛ تا کہ اپنا علم ظاہر کر سکیں! بھلا یہ کتنے بڑے شرم اور عار کی بات ہے، کم ازکم اسے جاننا چاہیے کہ لوگوں کو اس کی حقیقت کا بخوبی علم ہے۔

یہ بات اور اس قسم کی دیگر باتیں میں نے اپنی کتاب "التعالم" میں بیان کی ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

۵۸ کاغذ سیاہ کرنا:

چونکہ تصنیف کے آٹھ مقاصد [1] میں جدت اور انوکھے پن سے خالی تالیف سے اجتناب کرنا چاہیے، جس کا آخری نقطہ "کاغذ سیاہ کرنا" ہے [2]۔ اس لئے تصنیف و تالیف کے اسباب کی تکمیل، کمال اہلیت و لیاقت، اور اپنے مشائخ کے زیر تربیت رہ کر پختہ ہونے سے پہلے تالیفی کام سے احتراز کرنا چاہیے، ورنہ آپ اس کے ذریعہ اپنا عیب لکھنے والے اور عار و شنار ظاہر کرنے والے ہوں گے۔

البتہ جس کے پاس تصنیف و تالیف کی لیاقت ہو، اس کے اسباب مکمل ہوں، اُس کے علوم و معارف متعدد ہوں، اور وہ بحث و جستجو، مراجعہ و مطالعہ اور موسع کتابوں کو کھنگال کر،

---

[1] یہ چیز سب سے پہلے علامہ ابن حزم نے "نقط العروس" میں ذکر کی ہے، علماء کے تسلسل کے ساتھ اس کے ذکر کرنے کی بابت دیکھئے: "إضاءة الراموس" (۲/۲۸۸)، بڑی اہم کتاب ہے۔

[2] کاغد، کاغذ کو کہتے ہیں، یہ فارسی کا لفظ ہے، اس کی تعریب کی گئی ہے۔

مختصرات کو از بر کر کے اور مسائل کا استحضار کر کے کہنہ مشق ہو چکا ہو؛ اس کے لئے نفع بخش تصنیف و تالیف کا مشغلہ ایک افضل عمل ہے جسے اہل فضل و کمال انجام دیتے رہے ہیں۔

اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا یہ قول نہ بھولنا:

''مَنْ صَنَّفَ، فَقَد جَعلَ عقلَه عَلَى طَبَقٍ يَعْرِضُه عَلَى النَّاسِ''۔

جس نے تصنیف کیا در حقیقت اس نے اپنی عقل کو ایک برتن میں رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

۵۹ پیشتر علماء کی چوک کی بابت آپ کا رویہ:

اگر آپ کو کسی عالم کی کوئی چوک مل جائے تو اس کی تنقیص و توہین کے لئے خوش نہ ہوں، بلکہ صرف مسئلہ کی تصحیح کے لئے خوش ہوں، کیونکہ انصاف پسند انسان کو اس بات کا تقریباً یقین ہوتا ہے کہ کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کی کچھ غلطیاں اور اوہام نہ ہوں، بالخصوص جو ان میں کثیر التالیف ہیں۔

ہاں اس چیز کا پروپیگنڈہ وہی کر سکتا ہے اور تنقیص کی غرض سے خوش وہی شخص ہو سکتا ہے جو متعالم (اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنے والا، نام نہاد، اور علم کا جھوٹا دعویدار) ہو'' جو زکام کا علاج کرنا چاہے اور نتیجہ میں کوڑھ کا مرض پیدا کر دے''[1]۔

ہاں! کسی امام سے ہونے والی غلطی یا چوک جو اس کے علم و فضل کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہو، پر تنبیہ کی جائے گی لیکن اس کی تنقیص اور ناقدری کے لئے پروپیگنڈہ اور چرچہ نہیں کیا جائے گا کہ اُس جیسے اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

---

[1] معجم البلاغۃ، از امام راغب۔

⑥⓪ شبہات کا دفع[1]:

اپنے دل کو اسپنج کی طرح نہ بناؤ کہ پیش آنے والی تمام چیزیں قبول کر لے، بلکہ شبہات بھڑکانے اور اپنے آپ پر یا دوسروں پر اُسے پیش کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ شبہات اُچک لینے والے ہوتے ہیں جبکہ دل بہت کمزور ہیں، اور دلوں میں شبہات ڈالنے والے زیادہ تر لکڑیاں ڈھونے والے- بدعتی حضرات- ہیں، لہذا ان سے بچ کر رہنا۔

⑥① زبان و بیان کی غلطیوں سے بچو:

بولنے اور لکھنے میں لحن (غلطی) سے بچو، کیونکہ لحن نہ کرنا عظمت، ذوق کی شفافیت اور صحیح الفاظ کی بنیاد پر عمدہ معانی کی واقفیت کی علامت ہے:

چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ فَإِنَّهَا تُثَبِّتُ الْعَقْلَ وَتَزِيدُ فِي الْمُرُوءَةِ''[2]۔

عربی زبان سیکھو، کیونکہ وہ عقل کو پختہ کرتی ہے اور مروءت میں اضافہ کرتی ہے۔

اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ زبان کی غلطیوں پر اپنے بچوں کو مارتے تھے[3]۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے[4] رحبی رحمہ اللہ سے بسند نقل کیا ہے کہ انہوں نے

---

① مفتاح دار السعادۃ،ص (۱۵۳)۔

② الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۵)۔

③ الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۸، ۲۹)۔

④ الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/ ۲۸)۔

فرمایا: ''میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو کہتے ہوئے سنا کہ:

''جب کوئی لحن کرنے والا لکھتا ہے اور پھر اس لحن کرنے والے سے دوسرا لحن کرنے والا نقل کرتا ہے، تو بات فارسی زبان میں ہو جاتی ہے''!۔

اور امام مبرد نے کہا ہے [1]:

النَّحْوُ يَبْسُطُ مِنْ لِسَانِ الأَلْكَنِ وَالْمَرْءُ تُعْظِمُهُ إِذَا لَمْ يَلْحَنِ

فَإِذَا أَرَدْتَ مِنَ الْعُلُومِ أَجَلَّهَا فَأَجَلُّهَا مِنْهَا مُقِيمُ الأَلْسُنِ [2]

نحو لکنت والے کی زبان کھول دیتا ہے اور آدمی کو باعظمت بنا دیتا ہے بشرطیکہ وہ غلطی نہ کرے۔ لہٰذا اگر تمہیں سب سے جلیل القدر علم کی خواہش ہو، تو سب سے جلیل القدر علم وہ ہے جو زبانوں کی اصلاح کرنے والا ہے۔

لہٰذا قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ کی اس بات کا اعتبار نہ کرنا:

''تَعَلُّمُ النَّحْوِ أَوَّلُهُ شُغْلٌ وَآخِرُهُ بَغْيٌ ''۔

نحو سیکھنے کا آغاز مشغولیت ہے اور آخری حصہ ظلم ہے۔

نہ ہی بشر حافی رحمہ اللہ کی بات کا اعتبار کرنا:

کہ جب ان سے کہا گیا: کہ آپ نحو کا علم حاصل کر لیں، تو انہوں نے کہا: میں گمراہ ہو جاؤں گا!! کہنے والے نے کہا: کہیے: ''ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا'' (زید نے عمرو کو مارا) بشر نے کہا: میرے بھائی! اس نے اسے کیوں مارا؟ انہوں نے کہا: ابونصر! اس نے اسے مارا نہیں

---

[1] الجامع، از خطیب بغدادی، (۲/۲۸)۔

[2] بعض علماء نے امام مبرد کے اشعار پر ان کا تعاقب کیا ہے، کیونکہ سب سے عظم و الاعلم توحید کا علم ہے، لیکن یہاں عظمت باعتبار علم آلہ و ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ہے، یہ محض ایک اصل اور بنیاد ہے جسے بنالیا گیا ہے، تو بشر نے کہا: ''هٰذَا أَوَّلُهُ كَذِبٌ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ'' اس کا تو آغاز ہی جھوٹ ہے، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

ان دونوں کو امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''اقتضاء العلم العمل'' میں روایت کیا ہے۔

۶۲ فکری نقص اور ناپختگی:

فکری پختگی سے پہلے کوئی فکرہ پیش کر کے فکری نقص و ناکامی سے بچو۔

۶۳ جدید اسرائیلیات[1]:

مستشرقین؛ یہود و نصاریٰ کی پھونکوں میں موجود جدید اسرائیلیات سے بچو؛ اس لئے کہ وہ قدیم اسرائیلیات سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک ہیں؛ کیونکہ قدیم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے موقف بیان کر دینے، اور اہل علم کے اس بات کو عام کر دینے کے سبب اس کا معاملہ واضح ہو چکا ہے۔ رہا معاملہ جدید اسرائیلیات کا جو تمدنی وثقافتی ابال، دنیا کی باہمی ہم آہنگی کے نتیجے میں اور اسلامی پھیلاؤ کے سمٹ جانے کے بعد اسلامی فکر میں در آیا ہے؛ تو وہ سراپا شر و فساد اور بار بار سر اٹھانے والی مصیبت ہے، اور بعض مسلمان اس سے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، جبکہ بعض دوسروں نے اس کے لئے بازو پست کر رکھا ہے، لہٰذا دیکھنا کہیں تم بھی اس میں نہ پڑ جانا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

۶۴ بیزنطی (فضول) بحث ومباحثہ سے احتراز کرو[2]:

یعنی بانجھ یا پژمردہ و بے فائدہ بحث ومباحثہ۔ چنانچہ بیزنطی لوگ فرشتوں کی جنس کے

---

1. مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ ومکارمہا، از علال فاسی، (ص: ب)۔
2. معجم التراکیب، (ص: ۲۸۰)۔

بارے میں محوگفتگو تھے جب کہ دشمن ان کے شہر کے دروازوں پر کھڑا تھا، یہاں تک کہ ان پر یکا یک حملہ آور ہوگیا۔

چنانچہ بے جا بحث وتکرار اسی طرح علم کے راستے سے روک دیتی ہے۔

جبکہ سلف کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ وہ زیادہ بحث وتکرار سے احتراز کرتے تھے، نیز ان کے یہاں اس میں توسع قلتِ ورع کی علامت تھی، جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ جب لوگوں کو باہم بحث وتکرار کرتے ہوئے سنتے تھے تو فرماتے تھے:

”هٰؤُلَاءِ مَلُّوا الْعِبَادَةَ وَخف عَلَيْهِمُ القول وَقَلَّ وَرَعُهُمْ فَتَكَلَّمُوا“

یہ لوگ عبادت سے بیزار ہو چکے ہیں، ان کے لئے بولنا آسان ہوگیا ہے، اور ان کا ورع کم ہوگیا ہے لہٰذا یہ بے جا باتیں کرنے لگے ہیں۔

اسے امام احمد نے ”الزھد“ میں اور امام ابونعیم نے ”الحلیۃ“ میں روایت کیا ہے [1]۔

⑥⑤ کوئی گروہ بندی یا حزبیت نہیں ہے جس کی بنیاد پر ولاء وبراء (دوستی ودشمنی) قائم کی جائے [2]:

اہل اسلام کی اسلام اور امن وسلامتی کے سوا کوئی پہچان نہیں ہے:

لہٰذا اے طالب علم! اللہ آپ میں اور آپ کے علم میں برکت دے؛ علم بھی حاصل کرو اور عمل بھی حاصل کرو، اور سلف کے نقش قدم پر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔

---

① اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اسے ”فضل علم السلف علی الخلف“ میں ذکر کیا ہے۔

② دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۳/ ۳۴۱-۳۴۴، ۴۱۵-۴۱۶، ۴۱۹، و ۴/ ۴۶-۱۵۴، و ۱۱/ ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۵، و ۳/ ۳۴۲، ۴۱۶-۴۲۱، اور اس کی فہرست ۳۶/ ۱۷۹-۱۸۰، و ۳۷/ ۳۸)۔

اور مختلف جماعتوں اور ٹولیوں میں بار بار داخل ہونے اور نکلنے والے نہ بنو، ورنہ کشادگی سے نکل کر تنگ دائروں میں پھنس جاؤ گے، کیونکہ اسلام پورا کا پورا آپ کے لئے راستہ اور منہج ہے، اور تمام کے تمام مسلمان ہی جماعت ہیں، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، خلاصۂ کلام اینکہ اسلام میں کوئی فرقہ بندی، گروہ بندی اور حزبیت نہیں ہے۔

اور میں آپ کے لئے اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ اور نتیجہ یہ ہو کہ مختلف فرقوں، ٹولیوں، گروہوں، باطل مذاہب اور غلو کار انتہا پسند دھڑ بندیوں کے درمیان مال غنیمت بن کر رہ جاؤ، اور اسی بنیاد پر دوستی و دشمنی کا فیصلہ کرنے لگو۔

لہٰذا جادۂ حق و اعتدال پر رہتے ہوئے علم حاصل کرو، سلف کے نقش قدم کی پیروی کرو، سنتوں کی اتباع کرو اور اہل علم و فضل کی فضیلت و پیش روی کا حسن اعتراف کرتے ہوئے علم و بصیرت کی روشنی میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔

یقیناً جدید ڈھانچوں اور مختلف راہوں والی فرقہ واریت [1] جس کا عہد سلف میں کوئی تصور ہی نہ تھا، علم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ اور جماعت میں تفریق کا ایک بنیادی سبب ہے، اس چیز نے اسلامی اتحاد و یگانگت کی رسی کو بہت کمزور کیا ہے، اور اس کے سبب مسلمانوں کو بہت سے مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے- ان پارٹیوں اور ٹولیوں سے بچو جن کا آج کل دور دورہ ہے اور جن کا شر و فساد ظاہر اور عیاں ہے، کیونکہ ان کی مثال پرنالوں جیسی ہے جو گندہ پانی اکٹھا کرتے ہیں اور پھر اسے ہر طرف پھیلا دیتے ہیں؛ سوائے اس کے جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو گئی، چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر گامزن رہے۔

---

[1] راقم کی کتاب ''حکم الانتماء'' میں بہت سارے فوائد اور زوائد مذکور ہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اہل عبودیت کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]:

دوسری نشانی: صاحب منازل السائرین (از: أبو إسماعیل عبد اللہ بن محمد بن علی الأنصاری الہروی-وفات: ۴۸۱ھ-) کا فرمان: "وَلَمْ يُنْسَبُوا إِلَى اسْمٍ" (کہ وہ کسی نام سے منسوب نہیں ہوتے) یعنی ان ناموں میں سے جو اہل طریق (صوفیاء وغیرہ فرقوں) کے خاص نام بن چکے ہیں' کسی نام سے مشہور نہیں ہوتے جس سے لوگوں کے درمیان معروف ہوں۔

نیز وہ کسی ایک عمل میں محدود ومقید بھی نہیں ہوتے کہ ان پر وہی نام چسپاں ہو جائے، اور وہ دیگر اعمال کے بجائے صرف اسی عمل سے پہچانے جائیں، کیونکہ یہ عبودیت کی ایک آفت ہے، اور یہ محدود عبودیت ہے۔

رہی مطلق عبودیت؛ تو اس کا انجام دینے والا اس کے ناموں کے معانی میں سے کسی خاص نام سے معروف نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ تمام تر قسموں کی عبودیت کو بلا تفریق انجام دیتا ہے۔ چنانچہ ہر عبودیت والوں کے ساتھ اس کا حصہ ہوتا ہے جس میں وہ شریک ہوتا ہے، وہ کسی رسم واشارہ کا پابند نہیں ہوتا، نہ کسی نام اور طرز وانداز کا اور نہ ہی کسی وضع کردہ اصطلاحی راستے کا، بلکہ اگر اس سے:

- اس کے شیخ اور معلم کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: رسول ﷺ!۔
- اس کی راہ کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: اتباع!۔
- اس کے لباس اور پہناوے کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: تقویٰ کا لباس!۔
- اس کے مذہب ومسلک کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: سنت کو حکم اور فیصلہ

---

[1] مدارج السالکین، (۳/ ۱۷۲)۔

کن قرار دینا!

● اس کے مقصد و منشا کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے: (یریدون وجھہ) یعنی وہ اللہ کا رخ کریم (اس کی رضامندی) چاہتے ہیں۔

● اور اس کے رباط اور خانقاہ کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے:

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ﴾ [النور:۳۶-۳۷]۔

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

● اس کے نسب نامہ کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے:

أَبِي الإِسْلَامُ لَا أَبَ لِي سِوَاهُ إِذَا افْتَخَرُوا بِقَيْسٍ أَوْ تَمِيمِ

جب لوگ قبیلہ قیس یا تمیم پر فخر کر رہے ہیں، تو میرا باپ اسلام ہے، اس کے سوا میرا کوئی باپ نہیں۔

● اس کے کھانے پینے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے:

"مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَرْعَى الشَّجَرَ، حَتَّى تَلْقَى رَبَّهَا"۔ (بخاری:۲۴۳۶، ومسلم:۱۷۲۲)[مترجم]

تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں، اور اس کا مشکیزہ ہے، پانی

پر وہ خود پہنچ جائے گا۔ اور گھاس پودے چرلے گا، یہاں تک کہ اپنے مالک کو مل جائے گا۔

وَاحَسْرَتَاهُ تَقَضَّى الْعُمُرُ وَانْصَرَمَتْ

سَــــاعَاتُهُ بَيْنَ ذُلِّ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

وَالْقَوْمُ قَدْ أَخَذُوا دَرْبَ النَّجَاةِ وَقَدْ

سَارُوا إِلَى الْمَطْلَبِ الْأَعْلَى عَلَى مَهَلِ

ہائے افسوس! عمر بیت گئی اور اس کی گھڑیاں عاجزی وسستی کے درمیان ختم ہو گئیں۔ جب کہ لوگوں نے نجات کی راہ اپنائی اور موقع غنیمت جان کر اعلیٰ مقصد کی طرف چل پڑے۔

پھر فرماتے ہیں: صاحب المنازل کا فرمان: ''أُولَئِكَ ذَخَائِرُ اللَّهِ حَيْثُ كَانُوا'' (وہ جہاں بھی ہوں اللہ کے خزانے ہیں) کسی بادشاہ کے ذخائر اور خزانے وہ ہوتے ہیں جو اس کے پاس پوشیدہ ہوا کرتے ہیں اور وہ اسے اپنے اہم کاموں کے لئے ذخیرہ کرتا ہے، ہر ایک کے لئے خرچ نہیں کرتا، اسی طرح آدمی کا ذخیرہ: وہ ہوتا ہے جسے وہ اپنی ضروریات اور اہم کاموں کے لئے اکٹھا کئے رہتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ چونکہ اپنے اسباب کے ساتھ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں، ان کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا، نہ یہ لوگوں سے الگ کسی خاص علامت سے ممتاز ہوتے ہیں، نہ ہی کسی راستے، یا مذہب یا شیخ یا طور طریقہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس لئے یہ پوشیدہ خزانوں کے درجہ میں ہیں۔

اور یہ پوری مخلوق میں آفتوں سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں کیونکہ تمام تر آفتیں رسم ورواج اور ان کی پابندیوں، وضع کردہ اصطلاحی راستوں اور نت نئے متداول حالات کے التزام کے تحت ہوتی ہیں۔

اور یہی وہ چیز ہے جس نے مخلوق کی اکثریت کو اللہ سے کاٹ رکھا ہے اور انہیں اس کا احساس وشعور بھی نہیں ہے۔

اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہی بناوٹی راہوں والے طلب وارادہ (اللہ سے لگاؤ) اور اللہ کی طرف چلنے والوں کی حیثیت سے معروف ہیں، حالانکہ یہ لوگ -سوائے اِکاّدُکاّ کے- ان رسوم وقیود کی بنا پر اللہ سے کٹے ہوئے ہیں۔

بعض ائمہ سے سنت کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو انہوں نے کہا: "سنت" وہ ہے جس کا اسے کے سوا اور کوئی نام نہیں ہے!

یعنی اہل سنت کا سنت کے علاوہ اور کوئی نام نہیں ہے جس کی طرف وہ اپنی نسبت کرتے ہوں۔

چنانچہ بعض لوگ کسی خاص لباس کی پابندی کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرا لباس نہیں پہنتے، یا کسی خاص جگہ بیٹھنے کی پابندی کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسری جگہ نہیں بیٹھتے، کسی خاص چال چلن کا التزام کرتے ہیں اس کے علاوہ انداز سے نہیں چلتے، یا کسی خاص طرز وانداز اور شکل وصورت کا اہتمام کرتے ہیں اس سے باہر نہیں نکلتے، یا کسی خاص عبادت کا التزام کرتے ہیں اس کے علاوہ عبادت نہیں کرتے خواہ اس سے اعلیٰ ہی ہو، یا کسی متعین شیخ اور استاذ کا التزام کرتے ہیں اُس کے علاوہ کی طرف توجہ نہیں کرتے خواہ اُس کے بالمقابل وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے قریب تر کیوں نہ ہو!!

لہذا یہ تمام لوگ اعلیٰ مقصد کی کامیابی سے محروم ہیں، ان کے لئے اس کا راستہ بند ہے، کیونکہ انہیں مختلف پابندیوں، رسم ورواج، حالات وانداز اور اصطلاحات نے خالص اتباع سنت سے قید میں کر رکھا ہے۔ وہ سنت سے کنارہ کش ہو چکے ہیں، اور ان کی منزل سنت سے

حد درجہ دور ہے، چنانچہ آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے کہ وہ جسمانی ورزش، خلوت اور تفریغ قلب وغیرہ کی عبادت کرتا ہے، اور طلب علم کو اپنے لئے رہزن اور ڈاکو شمار کرتا ہے، جب اس کے سامنے اللہ واسطے دوستی اور اللہ واسطے دشمنی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اسے فضول، لغو اور شر و برائی شمار کرتا ہے، اور جب وہ اپنے درمیان کسی کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے باہر نکال دیتے ہیں اور اسے اپنا دشمن سمجھتے ہیں، خلاصۂ کلام اینکہ یہ لوگ اللہ سے سب سے زیادہ دور ہیں گرچہ اشارہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہوں، واللہ اعلم"۔

٦٦ اس زیور کو توڑنے والی چیزیں:

میرے بھائی! اللہ تعالی مجھے اور آپ کو لغزشوں سے محفوظ رکھے- اگر آپ نے "حلیۃ طالب العلم"، یعنی طالب علم کے زیور اور آداب کی کچھ مثالیں پڑھ لی ہیں اور اس کے بعض نواقض کو بھی جان لیا ہے، تو آپ یہ بھی جان لیں کہ اس زیور کے بار کے نظام کو تباہ کرنے والے عظیم ترین اسباب حسب ذیل ہیں:

① کسی کا راز فاش کرنا۔

② ایک قوم کی بات کو دوسروں تک پہنچانا۔

③ ڈینگ مارنا اور چرب زبانی کرنا۔

④ بہ کثرت ہنسی مذاق کرنا۔

⑤ دو لوگوں کی رازدارانہ گفتگو میں داخل ہونا۔

⑥ کسی سے کینہ کپٹ رکھنا۔

7. حسد کرنا۔
8. بدگمانی کرنا۔
9. بدعتیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا۔
10. حرام امور کی طرف قدم بڑھانا۔

لہٰذا ان سے اور ان جیسے دیگر گناہوں سے اجتناب کرو، اور اپنے قدموں کو تمام حرام امور اور محارم سے دور رکھو، اب اگر آپ نے ایسا کرلیا تو (بہت اچھا، الحمدللہ) ورنہ یہ بھی جان لو کہ آپ بڑے کمزور دین والے، پھیپھسے، کھلواڑ کرنے والے، غیبت کرنے والے، اور چغلخور قرار پائیں گے، اور ایسی صورت میں آپ ایسے طالب علم کیونکر ہوسکیں گے کہ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے اور آپ علم وعمل کی نعمت سے مالا مال ہوں؟

اللہ تعالیٰ قدم درست فرمائے، اور تمام لوگوں کو دنیا وآخرت میں تقویٰ اور نیک انجام کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بکر بن عبداللہ ابو زید

۲۵/۱۰/۱۴۰۸ھ

[الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات،

آخوکم فی اللہ عنایت اللہ المدنی ممبائی، ۲/۴/۲۰۱۹م]۔